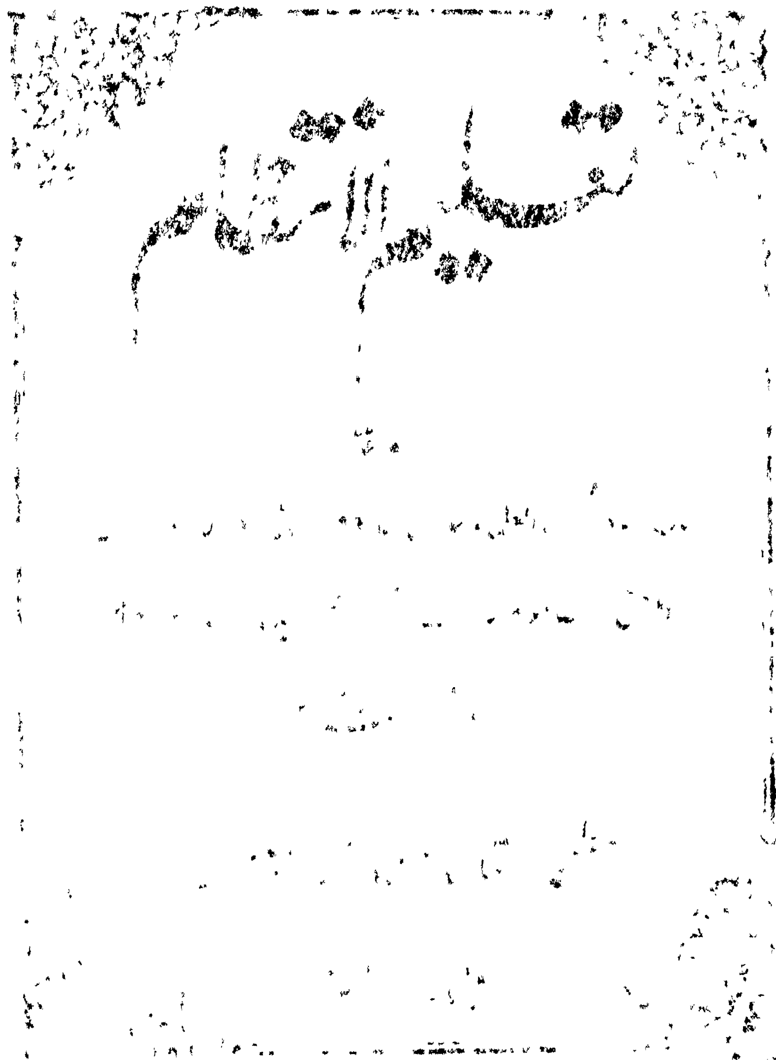
[illegible]



تعلیم الانتظام

باب اول

محنت

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

اصل وحشی کھیتی کو نہیں جانتے کہ کس باغ کی بتھوا ہے اس قدیم زمانہ کی نسبت یہ زمانہ حال کی بات ہے کہ آدمی اپنی خوراک کے لئے بیج اکٹھے کرنے لگا اور دوسرے سال کی فصل کے لیئے اُن کے ایک حصّہ کو بچانے لگا۔ پھر اُس کو معدنیات معلوم ہوگئے جن کو وہ آگ میں گلاکر دھات نکالنے لگا تو وہ سخت اوزار بنانے لگا۔ مکان تعمیر کرنے لگا اور سخت محنت کرکے اپنی شائستگی اور تہذیب کے لئے بہت سے اسباب تیار کرنے لگا جس سے اُس کی بڑی ترقی ہوگئی سمندر کے کنارہ کے رہنے والے افتادہ درختوں کے تنوں کو بیچ میں سے جلاکر کھوکھلا بناتے تھے اور اُن میں بیٹھکر سمندر میں جاتے تھے اور مچھلیوں کا شکار کرکے کھاتے تھے۔ پھر اُنہیں کھوکھلے درختوں سے کشتیاں بننے لگیں۔ جن میں اُن کو لوہے کی کیلوں سے جڑ دیتے تھے بعد ازاں اُن کشتیوں سے چپّودار کشتیاں اور طرح طرح کے مرکب بحری جہاز وغیرہ تیار ہونے لگے یہانتک کہ دُخانی جہاز بنا جس نے ساری دُنیا میں تہذیب و شائستگی کا دروازہ کھول دیا اور نقل مکان کے لئے آدمیوں کے واسطے راستے تبلا دیئے۔ ہمیشہ آدمی اپنی ناشائستگی کی حالت میں رہے اگر وہ اپنے سے پہلے آدمیوں کی مفید محنت سے مستفید نہ ہو۔ سابقین نے زمین کو بناسنوار کر کھیتی کی جس سے خوراک آدمیوں کی پیدا ہونے لگی انھوں

ہی نے اوزار اور ترکیبیں ایجاد کیں جن کے فائدہ مند نتیجے ہم حاصل کر رہے ہیں۔ اُنھوں ہی نے علوم و فنون ایجاد کئے کہ ہم اُن کی محنت کے مفید اثروں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں +

ہمارے فطرت (نیچر) ہم کو بتلاتی ہے کہ دُنیا میں کوئی اچھی چیز جو ایک دفعہ پیدا کی گئی وہ کبھی بالکل رائگاں نہیں گئی۔ زندوں کو اُن کروڑوں مُردوں کی یاد دلائی جاتی ہے جو پہلے کام کر گئے ہیں اور کامیاب ہو گئے ہیں۔ قدیمی شہروں کے کھنڈروں میں تعمیرات سنگتراشوں کی دستکاریاں صنعت کاریاں۔ ہُنرمندیاں ابتک ہمارے دیکھنے کے لئے موجود ہیں۔ انتظام گیتی یوں ہی جاری ہے کہ اِنسان کی محنت بالکل برباد نہیں جاتی اِسکے بعض فائدے مند حصّے باقی رہتے ہیں۔ جو قوم اور نسل آدم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ہم کو باپ کے ورثہ میں جو یہ مال ہاتھ لگتا ہے وہ ہمارے ورثہ کی جمع پونجی کی نہایت خفیف رقم ہے۔ بڑی بیش قیمت و دیرپا رقم ہمارے ورثہ کی تو یہ ہے کہ ہمکو محنت و ہُنر آبائی کے فائدہ مند نتائج و ثمرات کے ملتے ہیں یہ وراثت سیکھنے سے منتقل نہیں ہوتی بلکہ سِکھانے اور مثال سے ایک نسل دوسری نسل کو سِکھاتی ہے اسواسطے فن و صناعت آلات و آدات کے استعمال کا علم ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ یوں پہلی نسلوں کی محنتیں اور کوششیں بپچھلی نسل میں متواتر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور اُن کا

ایک سلسلہ جاری رہتا ہے - جو شائستگی و تہذیب کے لئے نہایت
بکار آمد ضروری ہے - باپ دادا کی محنتوں کے خاطر خواہ ثمرات
کا ہاتھ آنا تو ہمارا موروثی حق ہے مگر اِن سے متمتع جب تک ہم
نہیں ہو سکتے کہ کام کرنے میں شریک نہوں - سب پر محنت کرنی
لازم ہے خواہ وہ دماغی ہو یا جسمانی - ہاتھ پاؤں کی ہو - کام کرے
بغیر زندگی ایک اخلاقی خواب ہے جس سے بیدار ہونا مُشکل ہے
ہماری مُراد کام کرنے سے جسمانی کام کرنے سے نہیں ہے بلکہ اِس
سے بڑھکر اور اعلےٰ درجہ کے کام سے ہے جسکی تفصیل یہ ہے
کہ عمل صالح - صبر و استحان - ہمت - محبت قومی - شائستگی و راستی کی
اشاعت - غریبوں پر مہربانی اُن کی تکلیف کا گھٹانا - ضعیفوں کی امداد
اِن کو آپ اپنی مدد کرنے کے قابل بنانا +

بھلا نیک نہاد اہل دل کب اِس کو پسند کیا کرتا ہے کہ وہ شہد کی زکمکھی
کی طرح اوروں کی محنت سے اپنا گذارہ کرے اور کیڑوں کی طرح اوروں کے غلہ
کو کتر کتر کر کھایا کرے اور بڑی مچھلی کی طرح چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کا شکار
کھیلا کرے بلکہ وہ تو اپنی ذات پر یہ فرض جانتا ہے کہ اوروں کے فائدہ پہنچانے
کے واسطے ہمہ تن مصروف ہو اور اپنی ذات کے کاموں کو غیروں کے نفع
کے لئے چھوڑ دے - جمہور انام کی خدمت بجالائے اور نفع پہنچانے کے لئے
سخت کوشش کرے اِسلئے کہ شاہی سے لیکر بیلداری تک کوئی کام

ایسا نہیں ہے کہ جسکے اندر خاطرخواہ کامیابی و کامرانی و اطمینان خاطر کے لیئے دماغ یا ہاتھ یا دونوں کو کام میں لانے کی سخت ضرورت نہ ہو - دُنیا میں بغیر محنت کے کوئی کام نہیں بنتا - نیچر ہم سے لڑتا بھی ہے اور ہمارے کاموں میں شریک و معاون بھی ہوتا ہے -
آفتاب - ہوا - زمین ہمارے جانداروں کو خارج کرتے رہتے ہیں اور اپنی ہی پیداوار کو ہمیں کھلاکر بدل مایتحلل کرتے ہیں اور کپڑے پہناکر بدن کو آرام دیتے ہیں - غرض ہماری زندگی ایک اعتبار سے نیچر سے لڑتی ہے اور ایک اعتبار سے نیچر کو اپنا معاون بناتی ہے +
نیچر ہمارے ساتھ کام کرتا ہے ؎
ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند + تا تو نانے بکف آری وبغفلت نخوری
زمین اناجوں اور میوؤں کو ہمارے لیئے نشو و نما دیتی ہے - اور بیجوں کو جنکو ہم بوتے اور جمع کرتے ہیں - بڑھاتی اور پختہ کرتی ہے وہ اِنسان کی محنت کی معاونت سے اُن کو مُہیا کرتی ہے جسے ہم کات کر کپڑا بناتے ہیں - اور خوراک تیار کرتی ہے جسے ہم کھاتے ہیں اِس بات کو کبھی بُھول کر بُھولنا نہیں چاہیئے کہ خواہ ہم امیر ہوں یا غریب ہوں محلّوں کے رہنے والے ہوں یا جھونپڑوں کے - جو کچھ ہم کھاتے ہیں پہنتے ہیں جن مکانوں میں رہتے ہیں - وہ سب کے سب ہماری محنت کے نتیجے ہیں - ہم کاموں میں مشارکت باہم

کرتے ہیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو سہلا دیں۔ کسان زمین جوتتا بوتا ہے جس سے ہماری خوراک تیار ہوتی ہے۔ جلاہا کپڑا بنتا ہے۔ درزی کپڑے کی کتر بیونت کرکے سیتا ہے۔ جس سے ہماری پوشاک بنتی ہے۔ خشت پز و چونہ پز اینٹ چونہ تیار کرتے ہیں۔ جن سے راج مزدور مکان تیار کرتے ہیں۔ جن میں ہم آرام سے رہتے ہیں۔ غرض اسطرح ہزاروں کام کرنے والے تمام سامان ہمارے آرام اور ضرورتوں کا تیار کر رہے ہیں + خواہ چیزیں کتنی ہی ناتراشیدہ و بیڈول ہوں۔ مگر جب اُن میں محنت و ہنرمندی و کاریگری خرچ ہوگی وہ بڑی بیش قیمت ہو جائینگی۔ اس میں شک نہیں کہ انسانیت کی جان محنت ہے اگر محنت چلی جائے اور خارج ہو جائے تو بنی آدم دفعتہً معدوم ہوجائے ایک کسان کی کہانی مشہور چلی آتی ہے۔ کہ جب وہ قریب المرگ ہوا تو اسنے اپنے بستر پاس اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا۔ تاکہ ایک بڑے راز کی بات انکو بتائے۔ اُس نے بیٹوں سے کہا کہ میں جو اراضی تمہارے لئے چھوڑے جاتا ہوں اُسکے اندر بڑا خزانہ چھپا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر بڑھے نے دم لیا۔ سب بیٹوں نے بیتاب ہوکر بآواز بلند کہا کہ خزانہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ بڈھے باپ نے کہا کہ تم اُسکے لئے کھودو۔ اتنی بات کے کہنے کے بعد اُس میں دم نہ تھا کہ آگے اس راز کو کھول کر بتاتا۔ وہ مرگیا۔ اس کے بعد بیٹوں نے کدال پھاوڑا لیکر اُس زمین

کو کھودنا شروع کیا جس میں مدتوں سے کھیتی نہیں ہوتی تھی اور ایک ایک ڈھیلے ڈلے کو توڑ توڑ کر دیکھا- گو اُن کو خزانہ نملا مگر اُس سے اُنکو کام کرنا آیا- اور جب اُنھوں نے کھیتوں کو بویا تو فصل نہایت عمدہ ہوئی- پیداوار افراط سے ہوئی تو وہ اپنے دانشمند باپ کے راز کو سمجھے- کہ مخفی خزانہ کے تھلانے سے یہ زمین کی پیداوار مُراد تھی +

محنت ایک بار ناگوار اور تعزیر بھی ہے اور عزت و مسرت بھی ہے- اگرچہ وہ اور مُفلسی ایک ہی سی معلوم ہوتی ہیں- مگر محنت میں ایک شان بھی ہے- ہماری فطرتی احتیاجوں اور بہت سی اور ضرورتوں کے دُور کرنے کے لئے محنت ضرور ہے- اگر محنت نہ ہو تو پھر آدمی کا اور اس کی زندگی اور شائستگی کا پتا کہاں لگے؟ وہ سب ہیچ ہو جائیں- محنت ہی کی بدولت وہ ہاتھ ہمارے لگجاتے ہیں کہ جس سے ہم آسمان پر اُڑنے کا قصد کرتے ہیں- ذہانت کے معنی یہی ہیں کہ محنت کرنے کی قابلیت ہو- انسان میں جو چیز عظیم الشان ہوتی ہے وہ محنت ہی کی ساختہ پرداختہ ہوتی ہے- وہی کوششوں کو سہارا دیتی ہے- غرض محنت تعزیر بھی ہوسکتی ہے اور شان و شوکت بھی- جن برگزیدہ بزرگوں نے اعلےٰ مقاصد و مقدس مطالب کے لئے محنت بے پایاں کو اختیار کیا اُنہیں کی پرستش و ستایش ہوتی ہے- اُنہیں کو حیات دوام ملتی ہے +

اِس قانون محنت کے ماتحت رہنے کی شکایت میں بہت سے آدمی بڑبڑایا کرتے ہیں۔ وہ ذرا اِس بات کو نہیں سوچتے کہ اِس قانون کی اطاعت خدا کی مرضی کے سواء ہمارے قواء عقلیہ کے انکشاف کے واسطے اور ہماری طبیعتوں کے انبساط کے لئے ضرور ہے۔ کُل مفلوک الحال آدمیوں میں سب سے بدتر حال کاہل کا ہوتا ہے۔ جس کی زندگی بالکل بنجر ہوتی ہے جس میں کوئی فائدہ مند ثمر نہیں ہوتا۔ سوائے اپنے حواس پرستی کے وہ کوئی کام نہیں کرتا ایسے کاہل آدمی بہت شاکی۔ نہایت مفلوک الحال سب سے بیزار ہوتے ہیں اور ایسی کاہلی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں کہ جس سے نہ کچھ اپنے تئیں فائدہ پہنچے نہ دوسرے کو وہ فقط زمین کا بوجھ ہوتے ہیں جنکے ہلنے کا کسی کو افسوس نہیں ہوتا۔ سب کہتے ہیں خس کم جہاں پاک +

دُنیا کو کسی اور نے ایسا آگے نہیں بڑھایا جیسا کہ اُنھوں نے۔ کہ محنت کو بالضرورۃ یا بالاختیار قبول کیا ہے۔ دُنیا کی ترقی۔ شائستگی۔ دولتمندی۔ اقبالمندی۔ یہ سب اِس محنت پر موقوف ہیں جو بہ توجہ دلی کارپردازی میں کیجائے۔ خواہ وہ جَو کی بال کا پیدا کرنا ہو یا دخانی جہاز کا بنانا۔ یا گلوبند کا ٹانکنا۔ یا سنگتراشی ایسی ہو کہ جسپر دُنیا فریفتہ ہو +

اِس طرح محنت سے مطالعہ سے مشاہدہ سے تحقیق و تدقیق و سخت توجہ دلی کے ساتھ عرقریزی سے نفیس و لطیف خیالات پیدا ہوتے ہیں

بغیر سخت محنت و جانفشانی کے کوئی نظم ایسی تصنیف نہیں ہوسکتی کہ وہ آیندہ زمانہ میں زندہ اور مشہور رہے۔ دُنیا کے کُل کارہائے عظیم متواتر کوششوں اور بہت سی ناکامیوں کے پیچھے ہوتے ہیں ایک نسل ایک کام کو شروع کرتی ہے دُوسری اُسکو جاری کرتی ہے۔ حال کی نسل ماضی کی نسل کے ساتھ مشارکت کام میں کرتی ہے۔ افراد بنی آدم اپنے کاموں کو ناقص محنت سے شروع کرتے ہیں مگر استقلال اور ثابت قدمی سے اس میں کامیاب ہوجاتے ہیں +

محنت کی تاریخ اپنی توضیحات میں ایک سی خصلت رکھتی ہے۔ بہت غریب آدمی محنت سے عزت پا سکتے ہیں۔گو ممتاز و سرفراز نہ ہوں۔ صناعت و علم ادب علوم و فنون میں جو نامور گذرے ہیں وہ محنتی مزدور تھے۔ ایک اوزار بنانے والے نے ڈھانی کل۔ ایک نائی نے کاتنے کی کل۔ ایک جولاہے نے چرخہ ایک کوئلہ کی کان کے بیلدار نے متحرک کلیں ایجاد کیں۔ صناعت اور آلات کے کاموں میں ہر درجہ کے کاریگر کچھ نہ کچھ اضافہ کرکے اُس کو بڑھاتے رہتے ہیں + پیشہ وروں سے مُراد فقط اُنہیں آدمیوں سے نہیں جو اپنے رگ پٹھوں کے بل سے کام کرتے ہیں - یہ تو گھوڑا بھی کرسکتا ہے- بلکہ اُن آدمیوں سے بھی مُراد ہے جو اپنے دماغ سے محنت کرتے ہیں اور اُن کے اعلےٰ درجہ کے قوا اُن کے جسم سے خدمت لیتے

ہیں + مصور جو تصویر کھینچتا ہے۔مُصنف جو کتاب تصنیف کرتا
ہے۔ قانون بناتا ہے۔نظم لکھتا ہے وہ اعلےٰ درجہ کا کام کرنے والا
ہے گو وہ نوعِ بشر کی جسمانی پرورش کے لئے ایسا ضروری نہیں
جیسا کہ حلوایا اور گڈریا۔ مگر رُوحانی غذا کیواسطے وہ پُر ضرور ہے +
ابتک ہمنے اوپر محنت کے بکارآمد اور ضروری ہونے کے باب میں بہت
کچھ لکھا ہے۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ محنت کے فائدوں کو اپنے کام میں
کسطرح لاتے ہیں۔آدمی تو ناشائستہ و غیرمہذب رہا ہوتا۔اگر اسکے باپ دادا
علم وہنر و صناعت و ایجاد و عقلی تربیت کی بچت جمع کرکے اُسکے لئے نہ چھوڑ جاتے+
یہ دُنیا کی بچتیں ہی ہیں۔جنہوں نے اسکو شائستہ و مہذب بنا رکھا ہے۔
محنت کے نتیجہ سے بچتیں پیدا ہوتی ہیں۔محنتی آدمی جوکچھ بچاتے ہیں
وہی تہذیب کے نتائج کو جمع کرتے ہیں ہمنے اُوپر لکھا ہے کہ کفایت شعاری
سے تہذیب کا آغاز ہوتا ہے + اب ہم کہتے ہیں کہ کفایت شعاری ہی
سے تہذیب پیدا ہوتی ہے۔کفایت شعاری سے سرمایہ پیدا ہوتا ہے اور
سرمایہ محنت کے نتیجہ کو بچا رکھنا ہے۔سرمایہ دار وہی شخص ہوتا ہے
کہ جو کام کرکے پیدا کرتا ہے اور سب کا سب صرف نہیں کرتا ہے +
آدمی کفایت شعاری کو ساتھ لے کر نہیں پیدا ہوتا ہے بلکہ اُس کو
اکتساب سے حاصل کرتا ہے وہ بھی اُسکے اخلاق کا ایک اکتسابی اصول
ہے۔ اِسمیں انسان کو نفسانیت و ہواو نفسانی کا دبانا پڑتا ہے۔حال

کی خوشیوں کو آیندہ فائدہ کے خیال سے ترک کرنا ہوتا ہے۔ عقل و تأمل اندیشی و ہوشیاری سے قواء بہیمیہ کو مغلوب کرنا ہوتا ہے۔ کفایت شعار آج ہی کے گزارہ کے لئے کام نہیں کرتا بلکہ کل کے گزارہ کے لئے بھی۔ سرمایہ جو وہ بچاتا ہے اُس کو آیندہ کے کاموں کے انصرام کے لئے ذخیرہ بناتا ہے +

عقل انسان کو بتاتی ہے کہ آیندہ کا خیال رکھ اور اُسکے واسطے سامان بہم پہنچا۔ اِس لئے آیندہ کے حوائج کے لئے تدابیر کرنی انسان پر فرض ہیں ع مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست +

جو پہلے خبردار ہوتا ہے وہ ہتیار باندھتا ہے۔ استقبال کا جاننا کوئی نیکی نہیں۔ بلکہ اُس کے واسطے سامان تیار کرنا بڑی نیکی ہے۔ لیکن انسان کا جم غفیر ایسا ہے کہ نہ وہ ماضی کو یاد رکھے نہ استقبال کا فکر کرے وہ صرف حال کو جانتا ہے۔ وہ کچھ جمع نہیں کرتا۔ اِدھر جو ہاتھ میں آیا اُدھر اُس کو مُنہ میں ڈال لیا۔ جو کمایا سو کھایا نہ اپنے لئے بچایا نہ کُنبے کے لئے کچھ رکھا۔ گو اِن میں سے بعض بڑی اُجرت و مزدوری پاتے ہیں۔ مگر خرچ ایسے بیڈھنگے رکھتے ہیں کہ اُن کو کچھ بچتا نہیں۔ مریں تو کفن کو بھی کوڑی نہیں نکلتی۔ ایسے آدمی ہمیشہ مفلس و محتاج ہوتے ہیں اور محتاجی اُن کے سر پر کھڑی رہتی ہے۔ ہم نے جو حال شخصی بیان کیا ہے وہی حال

قومی ہے - قومیں جو پیدا کرتی ہیں وہ سب خرچ کر ڈالتی ہیں اور
آیندہ پیدا کرنے کے لئے ذخیرہ نہیں جمع کرتیں - ان پاس سرمایہ
نہیں ہوتا - وہ مُفلس و قلاّش ہوتی ہیں - مُسرِف کی طرح وہ یک
بینی و دو گوش کے سواء کچھ نہیں رکھتیں - غریب مفلوک و محتاج
رہتی ہیں - بے سرمائگی کے سبب سے اُن کے ہاں نہ ریل ہو نہ
تار ہو - نہ جہاز و بندرگاہ ہوں - نہ نہر - نہ کوئی کارخانہ صناعت
و تجارت - یہی تمام باتیں شائستگی کی اصل اُصول ہیں +

دو طرح کے گروہ آدمیوں کے ہوتے ہیں - ایک دُور اندیش
عاقبت شناس - کفایت شعار بچانے والے اور پاس رکھنے والے دوسرا
گروہ ناعاقبت اندیش مسرف اُڑانے والا اور پاس کچھ نہ رکھنے والا -
جو آدمی اپنی محنت کی پیداوار کا انتظام خوش سلیقگی سے کرتے ہیں
وہ صاحب سرمایہ ہوتے ہیں جو اَوروں کو محنتوں کے لئے تحریک کرتے
ہیں اُنکے ساتھ سرمایہ سے مالامال ہوتے ہیں وہ اَور کاریگروں اور مزدوروں
کو اپنے کام میں لگاتے ہیں - جس سے لین دین بنج بیپار اور تجارت کا آغاز ہوتا ہے
کفایت شعار مکان بناتے ہیں - کار خانے صناعت کے جاری
کرتے ہیں آلات و کلیں بناتے ہیں - وہ صناعت کے کارخانوں کے
لئے اَوزاروں اور کلوں کا مناسب سامان تیار کرتے ہیں - جنکو دُنیا
کے چاروں طرف بھجواتے ہیں - وہ اپنے سرمایوں کو یکجا جمع کرکے

ریل کی سڑکیں۔ بندرگاہ۔ جہازی کارخانے بنواتے ہیں۔ وہ لوہے کوئلے۔ تانبے کی کانیں کھودتے ہیں اور اُن میں سے پمپ لگاکر پانیوں کو کھینچکر نکالتے ہیں۔ جس سے کانیں صاف ہوجاتی ہیں پھر اُن کلوں پر ہزاروں مرد و زن کو لگاتے ہیں جس سے بیشمار آدمیوں کو روٹی ملنے کا سامان ہوتا ہے +

یہ سارے نتیجے کفایت شعاری اور روپیہ کی خوش انتظامی سے فائدہ مند کاموں میں روپیہ کے لگانے سے حاصل ہوتے ہیں۔ مسرف آدمی تو دُنیا کی ترقی میں کوئی اپنا حصّہ نہیں رکھتا اور جو کچھ کماتا ہے سو کھا لیتا ہے۔ کسی دوسرے کی مدد نہیں کرتا ہے۔ خواہ کتنا ہی روپیہ وہ کمائیں ایک ہی حال میں رہتے ہیں۔ کسی بات میں کچھ سربلند نہیں ہوتے۔ جو اپنے کسی سرمایہ کو کفایت شعاری سے نہیں خرچ کرتا وہ اوروں کی اِمداد کا محتاج رہتا ہے۔ حقیقت میں وہ کفایت شعار کی حلقہ بگوشی و غلامی کے لئے پیدا ہوتا ہے +

بابِ دوم

کفایت شعاری کی عادت

(۱) اپنے تئیں ضبط کرنا بڑی بات ہے +

(۲) بہت سے آدمی زمانۂ حال کے لئے کام کرتے ہیں اور بہت تھوڑے زمانۂ آیندہ کے لئے - عاقل دونوں حال اور استقبال کے لئے کام کرتا ہے - حال میں استقبال کے لئے اور استقبال میں حال کے لئے +

(۳) کامیابی کا بڑا گُر یہ ہے کہ آدمی بےنفس ہو - اپنے لئے جو اپنے تئیں تابانہ بناتا ہے وہ اپنا بڑا معلم بنتا ہے - اگر تُم یہ ثابت کرو کہ مجھے اپنے نفس کا مغلوب رکھنا آتا ہے تو میں تمکو کہونگا کہ تُم تعلیم یافتہ ہو - اگر یہ نہیں آتا تو یہ ساری تعلیم بیکار ہے +

(۴) تمام دُنیا فریاد مچارہی ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے کہ ہمکو بچائے؟ ہم کو آدمی کی بڑی ضرورت ہے - تُم اِس آدمی کی تلاش میں دُور نہ جاؤ - وہ تمھاری بغل میں موجود ہے - وہ آدمی تُم خود ہی ہو - تُم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں ہوں میں ہوں - آدمی ہے - کیونکر کوئی اپنے تئیں آدمی بنا سکتا ہے؟ یہ کچھ مُشکل نہیں - خود پسندی کو چھوڑ دو - آدمی بن جاؤ گے - اِسے اختیار کروگے تو انسانیت سے خارج ہو جاؤ گے +

جن آدمیوں کو بہت اُجرت ملتی ہے وہ محنت - مستعدی - دیانتداری - کفایت شعاری اختیار کریں تو وہ اپنی اور اپنے گروہ کی حالت کو بہتر کرسکتے ہیں - اور سرمایہ دار اور مالدار ہوسکتے ہیں اور بہبودی خلائق کی ترقی میں خاص حصّہ کے شریک ہوسکتے ہیں - بہت سے

آدمیوں کے اختیار میں یہ امر ہے کہ وہ فراغت و راحت کے اسباب مہیا کرکے اُن سے متمتع ہوں۔ زمانۂ حال میں جو نوع بشر کو تکلیف ہے وہ رُوپیہ کے نہونے کے سبب سے اِسقدر نہیں جسقدر کہ اُس کے صرف بیجا اَور اسراف کی وجہ سے ہے۔ دولت کا پیدا کرنا بہ نسبت اِس جاننے کے آسان ہے کہ وہ کس طرح خرچ کیجائے۔ آدمی کی دولتمندی آمدنی پر موقوف نہیں بلکہ اُس کے خرچ اَور کفایت شعاری پر اگر آدمی اپنی محنت سے اِسقدر رُوپیہ پیدا کرلیتا ہے کہ اپنی ذات کا اَور سارے گھر کا خرچ اُٹھا کے کچھ بچا رکھتا ہے اَور وہ اِس بچت کو جمع کرتا ہے تو اِس میں شُبہ نہیں کہ وہ معاشرت کی بہروزی بہبودی کے اصول کو جانتا ہے۔ اَور اِس بچت جوڑنے سے خواہ وہ کیسی ہی تھوڑی ہو وہ فارغ البال رہتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جو کام کرنے والا خاطرخواہ بہت اُجرت پاوے وہ سرمایہ کیوں نہ جمع کرے؟ اِس جمع کرنے کے لئے فقط اپنی خواہشوں کا روکنا اَور خانہ داری کا انتظام کفایت سے کرنا چاہیے۔ کام کرنے والے پر خود یہ موقوف ہے کہ وہ اپنی کمائی سے کچھ بچانے یا اُس کو بالکل برباد کرڈالے۔ اگر وہ بچائیگا تو اُس کو ہر وقت یہ موقع مل سکتا ہے کہ وہ اپنی بچت کے سرمایہ کو فائدہ مند کاموں میں لگانے +

وقت میں کفایت شعاری کرنا زر کی کفایت شعاری کے برابر ہے۔

وقت بھی زر ہے - اگر کوئی شخص دولت جوڑنی چاہے تو اُس کو چاہیے کہ اپنے وقت کو مناسب طور پر کام میں لگائے - ہم وقت کو نہایت اچھے اچھے کاموں میں لگا سکتے ہیں - جیسے علم سیکھنے میں - مطالعہ کرنے میں - صنعت کاری میں - علوم فنون - علم ادب میں جب مقاصد و مآل کار کے حاصل کرنے کا بندوبست اِس طرح کیا جائے کہ اُن کے پُورا کرنے میں ذرا سا وقت بھی ضائع نہ جائے تو ہم ایسے بندوبست کا نام نظام رکھتے ہیں - پس تمام کاروبار نظاماً بالترتیب ہونے چاہئیں ہر گھر میں بیوی اِس نظام سے واقف ہونی چاہیے - ہر چیز کے واسطے ایک جگہ اَور ہر جگہ کے واسطے ایک چیز مقرّر ہو - اَور ہر کام کے واسطے وقت اَور ہر وقت کے واسطے کام مُعیّن ہو +

کفایت شعاری کے فائدے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اسکے قبول کرنے میں کسی کو انکار نہیں کہ کفایت شعاری کے اعمال کئے جائیں - یہاں بہت سی مثالیں اس کی موجود ہیں - جو کام پہلے آدمی کر گئے ہیں وہ پچھلے آدمی سب کر سکتے ہیں - کفایت شعاری ایذا پہنچانے والی نیکی نہیں ہے - بلکہ وہ بہت سی دقتوں اَور حقارتوں سے بچاتی ہے - فقط اِس میں اپنا نفس مارنا اَور خواہشوں کا دبانا پڑتا ہے - مگر وہ مناسب خوشیوں کے مانع و مزاحم نہیں ہے - اِس میں بہت سی ایسی خوشیاں ہیں جن سے مسرف و فضول خرچی محروم

کرتی ہے +

کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کفایت شعاری نہیں کر سکتا۔ بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے کہ کچھ نہ کچھ ہفتے میں نہ بچا سکتے ہوں بہت سے غریب آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آمد و خرچ کیا ہے۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ کیا ننگی نہائے گی کیا نچوڑے گی۔ وہی روز کمانا وہی روز کھانا۔ جو ہاتھ میں آتا ہے منہ میں رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ غریب آدمیوں کو ضرورت کوڑی کوڑی جوڑنے کی ہے۔ غریب آدمی اپنے پیچھے ذرا ذرا سے خرچ ایسے بہت لگا لیتے ہیں کہ اگر وہ خرچ نہ کریں تو بہت کچھ جمع کر لیں۔ اور ان خرچوں کے نہ کرنے سے اُنکا کچھ حرج بھی نہ ہو۔ غرض جو کچھ بچ سکے اُسکے بچانے کی عادت ڈالنی چاہیے +

کفایت شعاری کے لئے نہ کسی بڑی دلیری و ہمت کی نہ کسی بڑی عقلمندی کی نہ کسی فوق العادت نیکی کی ضرورت ہے بلکہ تھوڑے صبر کی اور نفس پروری کی خواہشوں کے روکنے کی حاجت ہے +

کفایت شعاری روزانہ عملی کاموں میں معمولی عقل کے کام میں لانے کا نام ہے۔ کسی پُرجوش قصد کرنے کا کام نہیں پڑتا۔ کچھ صبر کرنا پڑتا ہے۔ کچھ دل کو خواہشوں سے روکنا پڑتا ہے۔ اِس کی تدبیر یہ ہے کہ اِسے شروع کردو۔ جتنی اِس کی عادت پڑتی جائیگی اُتنی وہ آسان ہوتی جائے گی اور ایسا دل کو خوش رکھے گی کہ اُن تمام رنجوں کی

مکافات ہوجائے گی جو ابتدا میں نفس کے مارنے سے ہوئی تھی +
اب یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ جس غریب کی کمائی کی کوڑی کوڑی کنبہ پروری میں ضروری خرچوں میں صرف ہوجاتی ہے وہ کیونکر کچھ بچا سکتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جفاکش سلیم الطبع ایسے حال میں بھی اپنے نفس کو مار مار کر کچھ نہ کچھ بچا لیتے ہیں اور اپنی بچت کو بنک یا کسی اور جگہ میں لگا دیتے ہیں پس جب بعض ایسا کرسکتے ہیں تو سب ہم حالت انکی ایسا کرسکتے ہیں اس میں وہ اپنی اصلی خوشی و مسرت سے بھی محروم نہیں ہوتے۔ یہ کیسی نفس پروری اور خود پرستی ہے کہ ایک آدمی بہت کچھ کمائی اور سب کو اپنے ذات کے خرچوں میں یا اہل و عیال میں خرچ کر ڈالے اور کوڑی نہ بچائے۔ ہم سنا بھی کرتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں کہ جب کوئی ایسا مسرف تن پرور مرجاتا ہے اور گھر میں خاک نہیں چھوڑتا ہے۔ باوجودیکہ اس کی آمدنی معقول و خاطرخواہ ہوتی ہے تو اس کے اہل و عیال پس ماندگان کی جان بڑے عذاب میں آتی ہے۔ وہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں یا کوئی ان کا عزیز رشتہ دار دستگیری کرتا ہے۔ یا چندہ خیرات سے انکی خبر لی جاتی ہے یا وہ بھوکے مرنے لگتے ہیں غرض سب طرح سے خراب خستہ تباہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے نہ موت ہے نہ رزق۔ مگر جو عاقل و ہوشیار

ہوتے ہیں وہ کب ایسی آفتوں کو واقع ہونے دیتے ہیں - وہ اپنے
نفس کو مارتے ہیں اور پیٹ کو کاٹتے ہیں اور نفس پروری کو مختصر
کرتے ہیں اور اپنے نفس کے لئے ساری فضول خرچی کو ترک
کرکے اپنے خرچوں کو مختصر کرکے اوروں کے گزارہ کے لیئے سرمایہ
جمع کر دیتے ہیں - غریب آدمیوں پر تو یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اور اپنے
کنبہ کے لئے کچھ نہ کچھ بچایا کریں - اس لئے کہ ایسے اتفاقات کہ جن
کے وقوع کا خیال ذرا نہیں ہوتا ہے اکثر واقع ہوتے رہتے ہیں - کہ
بیمار ہوگئے اپاہج ہوگئے یا کوئی اور حرج مرج ہوگیا +

مفلسوں کی نسبت دولتمند بہت کم ہوتے ہیں - مگر اکثر آدمیوں
کو یہ اختیار ہے کہ اپنی محنت شعاری اور کفایت شعاری سے اپنی آمدنی
ایسی کرلیں کہ وہ اُن کی ضرورتوں کے لئے بھی کافی ہو اور اُنہیں سے
اِتنا بچ رہے کہ وہ اُنکے بڑھاپے کی تنگدستی اور مفلسی کے کام آئے -
یہ نہیں ہوتا کہ آدمی کو کفایت شعاری کے موقعے نہ ملیں - بلکہ جس کا
ارادہ کفایت شعاری کرنے کا نہیں ہوتا - اکثر آدمی ہاتھوں اور دماغوں
سے برابر متواتر محنت کرسکتے ہیں مگر اُن سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ
اپنے تئیں زیادہ خرچ کرنے سے اور اعلےٰ درجہ کی زندگی بسر کرنے سے روکیں
اکثر آدمی عیش پسند ہوتے ہیں - کسر نفسی و بے نفس ہونے کو
نہیں پسند کرتے - عوام الناس میں تو اکثر پیسہ کا زور سب پر غالب ہوتا

ہے - وہ جو کچھ کماتے ہیں - کھا پی تمام کرتے ہیں۔ یہ حال اہل پیشہ و حرفہ و کاریگر و مزدوروں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے - بلکہ ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں کہ ہزاروں کماتے ہیں اور ہزاروں اڑاتے ہیں - جب دفعۃً مر جاتے ہیں تو اہل و عیال کی بسر اوقات کے لئے کچھ نہیں چھوڑ جاتے ہیں - مسرفانہ زندگی کے سبب سے قرض چھوڑ جاتے ہیں - اُن کے مرنے کے وقت گھر میں جو کچھ اسباب ہوتا ہے وہ پرایا ہوتا ہے - تجہیز و تکفین میں کچھ خرچ ہوتا ہے - اور باقی قرض میں دیا جاتا ہے - روپیہ سے جو ایک بڑی بیش بہا چیز ہاتھ آتی ہے وہ استغنا ہے جس سے کسی پاس محتاج ہوکر جانا نہیں پڑتا - استغنا کی مسند دولت دیتی ہے - اخلاق میں استغنا ہی بڑی عظمت و برکت ہے - اس لئے کفایت شعاری ادنےٰ و متوسط طبیعت میں دفعۃً وہ عظمت و شان پیدا کرتی ہے کہ اعلےٰ درجہ کی نیکیوں کے ہم مرتبہ ہو جاتی ہے - معاملات دولت کو کبھی نظر حقارت سے نہ دیکھو فضایل سخاوت - فیض رسانی - عدالت - امانت - دیانت - دُور اندیشی - دولت کے اچھی طرح استعمال پر منحصر ہیں - اور زنا - ذلت - ظلم - غصہ - غفلت کوتہ اندیشی - دولت کے بُری طرح کام میں لانے سے پیدا ہوتے ہیں

جو جماعت مُفلس ہوتی ہے اور دست و دہن کے درمیان رہتی ہے یعنی نہایت مُفلس کہ جو ہاتھ میں آتا ہے وہ مُنہ میں جاتا ہے اور کچھ

پاس نہیں رہتا) اس نے کبھی کوئی کام پورا نہیں کیا - جو آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جو کماتے ہیں وہ بالکل خرچ کر ڈالتے ہیں - وہ محتاجی سے ہمکنار رہتے ہیں اور ضعیف العقل ہوتے ہیں - گردو کی حالتوں اور وقت کے غلام ہوتے ہیں - محتاج رہتے ہیں - نہ اپنا ادب آپ کرتے ہیں نہ اوروں کا ادب کرتے ہیں - یہ ناممکن ہے کہ وہ کبھی آزاد اور غنی ہوں - غرض مسرف ہونے سے آدمی نیکی اور مردانہ اولوالعزمی سے محروم ہوجاتا ہے - جو شخص کچھ روپیہ بچاتا ہے خواہ یہ بچت کتنی قلیل ہو اس سے سرمایہ جمع ہوتا ہے - جس سے دل کو تقویت پہنچتی رہتی ہے - پھر قسمت اور زمانہ کا وہ شکار نہیں بنتا دنیا کو اپنا بہادرانہ منہ دکھاتا ہے - اس طرح وہ اپنا آپ آقا بنتا ہے وہ اپنی شرائط کو آپ پیش کرتا ہے - نہ وہ مول لیا جاسکتا ہے نہ وہ بکتا ہے وہ زمانہ آیندہ کو بڑی مسرت و انبساط سے دیکھتا ہے - اور بڑھاپے کو آسایش اور خوشدلی کا زمانہ جانتا ہے +

دانشمند عاقبت اندیش اکثر جزرس و کفایت شعار و منتظم ہوتا ہے +

نا عاقبت اندیش وحشی کی طرح جو کچھ پیدا کرتا ہے اسے خرچ کر ڈالتا ہے کل کا فکر کچھ نہیں رکھتا وہ یہ جانتا ہی نہیں کہ تنگدستی اور فلاکت کے دن بھی آیا کرتے ہیں اور یہ سمجھتا ہی نہیں کہ جو متعلقین میرے ساتھ وابستہ ہیں ان کا دعویٰ اور حق مجھ پر ہے +

دانشمند فرزانہ زمانہ آیندہ کا فکر رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ کسی کا زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ بُرے بھلے دن آتے رہتے ہیں اِس لئے وہ اپنے بھلے دنوں میں اپنی اور اپنے کنبے کے بُرے دنوں کے لئے سامان مُہیّا کرسکتا ہے اور اپنے عزیز و اقارب کے گذارہ کے لئے ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ جب آدمی نکاح کرتا ہے تو اُسکے ذمّے بہت سی جوابدہیاں ہو جاتی ہیں۔ مگر اکثر آدمی اِن جواب دہیوں کو اچھّی طرح سمجھتے نہیں اور اِس نہ سمجھنے ہی میں بہتری ہے۔ اِس لئے کہ اگر وہ ان جوابدہیوں کو خُوب غور سے سمجھیں تو تاہل سے ایسے بیزار ہو جائیں کہ پھر اُس کا نام نہ لیں۔ اب جو شخص مُتاہل ہو اُس کو ایسی سعی و کوشش کرنی چاہیے کہ محتاجی اُس کے گھر میں جھانکنے نہ پائے اور ایسا انتظام کرے کہ جب اِس دُنیا کی سیرگاہ سے باہر چلا جائے تو اُس کے بال بچے کسی دوسرے کے دست نگر نہ ہوں اور نہ اوروں کے سر پر اُنکی پرورش کا بوجھ پڑے۔ آدمی پر اِس قسم کی کفایت شعاری فرض ہے۔ بغیر کفایت شعاری کے آدمی عادل اور متدیّن نہیں ہوسکتا وہ اپنے بدنظم ہونے سے اولاد اور عورتوں پر ستم برپا کرتا ہے گو وہ نادانستہ ہوتا ہے۔ بھلا اِس سے زیادہ کیا اور ستم ہوسکتا ہے کہ باپ جو کچھ کمائے وہ اپنی تن پروری میں فضول خرچ کردے اور اولاد کو اپنے بعد محتاج فقیر چھوڑ جائے مگر یہ بلا تو سب قسم کے آدمیوں کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اِس باب

میں اعلیٰ و متوسط درجے کے آدمیوں کا حال وہی ہے جو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کا +

جو اپنے مقدور سے باہر رہنا چاہتے ہیں وہ عیش و آرام سے بسر کرتے ہیں اور اپنی ظاہری چمک دکھاتے ہیں۔ بڑی نمود و نمائش کرتے ہیں۔ وہ دولت کمانے میں جفاکشی اس لئے کرتے ہیں کہ خوب کمائیں پئیں۔ عیش اُڑائیں دل کھول کر خرچ کریں +

اس زمانہ میں بہت سے آدمیوں کو یہ بڑا شوق ہوگیا ہے کہ اپنے بساط سے باہر پاؤں رکھتے ہیں اور اپنے تئیں اپنی حیثیت سے زیادہ دکھاتے ہیں اور مقدور سے زیادہ خرچ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں وہ جلد ختم ہوجاتی ہے پھر کیوں ہم اسمیں تنگی سے گذارہ کریں۔ جہانتک ہوسکے عیش اور آرام سے زندگی بسر کریں شعر

اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

بس اس نظر سے وہ ساری اپنی کمائی فضول خرچیوں میں اُڑاتے ہیں اور عیاشی و مستانہ روشی سے موت کو جلد بلاتے ہیں +

بہت سے آدمی دولت پیدا کرنے میں بدل و جان مصروف رہتے ہیں اور اُس میں بڑے خوش سلیقہ و ہنرمند ہوتے ہیں۔ مگر دولت کے خرچ کرنے کے لئے جس عقل کی ضرورت ہے اُن کے پاس نہیں ہوتی کہ اُس کو انتظام کے ساتھ خرچ کریں اُن کے دل میں عیش و نشاط

کے کاموں کے جوش اُٹھتے ہیں گو وہ چند روزہ ہی ہوتے ہیں - مگر اُسکے مآل اُور نتائج پر وہ کچھ خیال نہیں کرتے اُور رُوپیہ اُٹھا دیتے ہیں یہ ایک فراموشی اُور غفلت ہے جسکا علاج بآسانی ہوسکتا ہے کہ ارادہ مضبوط اُور عزم مصمم کرکے اُن مواقع سے باز رہیں کہ جن میں رُوپیہ فضُول خرچ کیا جاتا ہے +

اکثر وہ آدمی جو اپنی اُور اپنے اہل وعیال کی حالت معاشرت کی اصلاح چاہتے ہیں وہ دولت بچانے کی عادت اپنے میں ڈالتے ہیں وہ کسی چیز میں جسکی ضرورت نہ ہو رُوپیہ نہیں خرچ کرتے اُور زندگی بسر کرنے کے اُن تمام طریقوں سے پرہیز کرتے ہیں جن میں روپیہ بیکار خرچ ہوتا ہے اُور فضول خرچیاں ہوتی ہیں - وہ جانتے ہیں کہ کوئی فضُول چیز خواہ کیسی ہی ارزاں ہاتھ لگے گراں ہوتی ہے +

بے ضرُورت چیزوں کا خریدنا اُور ہاتوں میں بھی فضُول خرچ بنا دیتا ہے اور یہ تھوڑے خرچ مِلکر بڑے خرچ ہوجاتے ہیں +

سسرو کا قول ہے کہ خریدنے کا سودا دخبط نہ ہونا آمدنی کا ہوتا ہے بعض آدمیوں کو سستے سودوں کے خریدنے کا سودا ہوتا ہے وہ کچھ ضرورت و بے ضرورت نہیں دیکھتے وہ چیزوں کو نہایت ارزاں سمجھ کر مول لے لیتے ہیں - اگر کوئی اُن سے پُوچھے یہ چیز جو آپ نے خریدی ہے آپ کے کس کام آئے گی تو وہ جواب دیتے ہیں کہ بالفعل تو وہ کسی کام

میں نہیں آئیگی لیکن کسی نہ کسی وقت وہ ضرور کام آئے گی - داشتہ آید بکار - اِس طرح کی خریداری بھی وضعداری میں داخل ہوگئی ہے - کوئی پرانی چینی کے برتنوں کا ڈھیر اتنا خرید لیتا ہے کہ گھر چینی کے برتنوں کی دکان معلوم ہوتی ہے - کوئی پرانی تصویریں اور پرانا اسباب انگریزوں کے گھروں کا خرید کے گھر بھرتا ہے - خریداری کا کچھ مضائقہ نہ تھا - اگر وہ واقفکار قرض خواہوں کے روپیہ سے نہ ہوتی - بعض کو نیلام میں چیزوں کے خریدنے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ اتنی ساری چیزیں مول لے لیتے ہیں کہ نہ گھر میں اُن کے رکھنے کی جگہ ہوتی ہے نہ گرہ میں قیمت دینے کے لئے پیسا ہوتا ہے +

آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی نوجوانی اور اُدھیڑ عمر میں اتنا کچھ جمع کرلے کہ بڑھاپا چین اور آرام سے بسر ہو - اِس سے زیادہ کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص ساری عمر بہت کچھ کمائے اور جب بوڑھا ہو تو دربدر خاک بسر بھیک مانگتا پھرے ہمسایوں کی رحمدلی کے بھروسہ پر جیئے یا یگانوں بیگانوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے - یہ خیال بڑے استقلال کے ساتھ نوجوانی میں چاہیے کہ کام کیجئے اور کچھ بچائیے - جس سے اپنے تئیں بڑھاپے میں فائدہ پہنچے اور اپنے اہل و عیال کو آرام ملے +

نوجوان کے آگے تو زمانہ آیندہ دراز آنیوالا ہے بوڑھے کا آگے تو کچھ زمانہ نہیں آنے والا ہے وہ تو اپنے زمانہ کو ختم کرچکا ہے اور نہ وہ اپنے

ساتھ کچھ بچانے والا ہے - اسلئے نوجوانی سے کفایت شعاری پر عمل کرنا چاہیے
اور پیرانہ سالی میں کشادہ دلی سے خرچ کرنا چاہیے بشرطیکہ آمدنی سے خرچ
زیادہ نہ ہو +

ہم زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ اس اوپر کے قول پر نوجوان عمل نہیں کرتے
باپ جسکے مرنے کا زمانہ قریب آگیا ہے اس کا جوان بیٹا باپ کی برابر یا
زیادہ کشادہ دلی سے خرچ کرتا ہے یا خرچ کرنا چاہتا ہے - وہ اپنی زندگی
وہاں سے شروع کرتا ہے جہاں باپ چھوڑتا ہے - جتنا وہ خرچ کرتا ہے
باپ اس کی عمر میں اتنا نہیں خرچ کرتا تھا - اس لئے قرض کا پیغام بھی
کان میں جلد پہنچتا ہے - اس کی ضرورتوں کا وہ تار بندھتا ہے کہ جسکے
رفع کرنے کے لئے وہ ناجائز وسائل سے ناروا فائدے حاصل کرتا ہے
وہ دولت بہت جلد پیدا کرنی چاہتا ہے - اسکے لئے وہ بڑے بڑے
منصوبے باندھتا ہے - بنج بیپار میں بڑے بڑے معاملے بامید منفعت
کرتا ہے - اس لئے آخر کو اس کا کارخانہ جلد تباہ ہوجاتا ہے - اس سے
اس کو تجربہ ہوتا ہے مگر وہ برے کام کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے - بھلے کام
کرنے کا نہیں - سقراط نصیحت کرتا ہے کہ باپ جو اپنے کنبے کا سر
پرست ہو اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسائہ کے کفایت شعاروں کے
نتائج کو دیکھے اور ان کے مثال سے مستفید ہوکہ وہ اپنے روپیہ کو
فائدہ مند کاموں کے لئے اچھی طرح خرچ کرتے ہیں +

کفایت شعاری ایک عملی کام ہے وہ واقعات نفس الامری سے سکھایا جا سکتا ہے مثلاً دو آدمی جو کنبے اور خرچ کے لحاظ سے ہم حالت ہیں اُن میں سے ہر ایک بارہ آنے روز کی مزدوری کرتا ہے - ایک اُن میں سے کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں بچا سکتا اور وہ کچھ بچاتا بھی نہیں مگر دوسرا کہتا ہے کہ میں بچا سکتا ہوں اور بچاتا بھی ہے - اپنی آمدنی کا ایک حصہ ہمیشہ با قاعدہ بنک میں امانت رکھواتا ہے - یا کسی اور کام میں لگاتا ہے اور آخر کو صاحب سرمایہ ہو جاتا ہے +

کفایت شعاری ہی دولتمندی اور بہبودی کا مخزن ہے وہی پیش بینی کی دختر اور مستغنی ہونے کی مادر اور اعتدال کی ہمشیر ہے +

افلاس وہ بڑی بلا ہے کہ نیک وسائل سے جہاں تک ہم اپنے تئیں اس سے بچا سکیں بچائیں - اس کے ہونے سے نیک کاموں کے کرنے کے وسائل ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں - اور رذائل اخلاق اور طمع کے مقابلے کی قابلیت جاتی رہتی ہے - خوب دل میں ٹھان لو کہ مفلس اپنے تئیں نہیں ہونے دینگے آمد سے خرچ کم رکھینگے - کافی آمدنی کی سبیل نکالینگے جسکے بغیر بچت نہیں ہو سکتی - کفایت شعاری و جُزرسی سے فقط اپنی ہی آسائش نہیں حاصل ہوتی بلکہ اوروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے - جو شخص خود محتاج ہوگا وہ دوسرے کی احتیاج کیا دور کر سکتا ہے ع خود گم رہ است کرا رہبری کند +

افلاس جوش دلی کا قاتل ہے - آزادی کو بالکل کھا ہی جاتا ہے - بعض نیک کاموں کو کرنے ہی نہیں دیتا - اور بعض کاموں کو بہت مشکل بنا دیتا ہے - جو محتاجی سے ڈرتے ہوں اُن کو اپنے باپ دادا کے روپیے اور طریقے کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کفایت شعاری اور جُزرسی سے رہتے تھے بس اُنھیں کا طریقہ اختیار کرکے خرچوں کی تخفیف کرنی چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ بغیر کفایت شعاری کے دولتمند نہیں ہوسکتے اور اس کے ساتھ رہ کر تھوڑے ہی مُفلس رہ سکتے ہیں جو آدمی کفایت شعاری کو اپنے اُوپر واجب و لازم کرلے تو وہ طبیعت پر گراں نہیں گذرتی بلکہ جن لوگوں نے پہلے اسپر خیال نہیں کیا اُنکو حیرت ہوتی ہے کہ ہفتہ وار چند پیسوں یا آنوں کا بچانا کیسا اخلاق اور عقل کو درست کرتا ہے اور دل کو غنی بناتا ہے +

ہر کفایت شعاری سے آدمی کو ایک عزت حاصل ہوتی ہے جس کے عمل کے لانے سے خصلت کو تقویت ہوتی ہے - جو اشتہائے نفسانی کی روک ہوتی ہے - مزاج میں اعتدال پیدا ہوتا ہے - دل باقاعدہ منتظم ہوتا ہے - مآل اندیشی پیدا ہوتی - سب اوصاف سے زیادہ ہوشیاری و دوراندیشی نمایاں ہوتی ہے - تن پروری کے اُوپر اقتدار حاصل ہوتا ہے ان سب کے سواء آسائش اور راحت ملتی ہے - اُن رنجوں تردّدات سے نجات ہوتی ہے - جو کفایت شعاری بغیر ضرور آن کر گردن دباتے +

بعض آدمی کہیں گے کہ یہ کفایت نہیں ہوسکتی مگر ہر ایک آدمی کچھ نہ کچھ کرسکتا ہے یہ نہیں ہوسکتا یہ سمجھنا ظلم ڈھاتا ہے۔ آدمیوں اور قوموں کو غارت کرتا ہے +

جو شخص اپنی آپ عزت کرتا ہے۔ وہ اپنا اور اپنے کنبے کا گذارہ خود کریگا۔ اُس کی غیرتِ کب اِس کی مقتضی ہوگی کہ کوئی دوسرا شخص اُس کام میں اُس کی مدد کرے۔ جو شخص اپنی مدد آپ کرتا ہے وہ ضرور اپنی عزت آپ کرتا ہے وہ اپنی چھوٹی دُنیا کا مرکز خود بنتا ہے۔ اُسکی اپنی محنتیں اُس کی خود جستجوئیں۔ اپنی اُمیدیں اپنے خوف اسکے اپنے لئے بکار آمد اور ضروری ہیں گو اوروں کے لئے وہ کوئی بڑا نتیجہ نہ رکھتے ہوں اِن باتوں کا بڑا اثر اُس کی خوشدلی اور روزانہ گذران پر اور اُس کی کل انسانیت پر ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذاتی معاملات پر خود بڑا متوجہ ہوتا ہے +

انصاف یہ ہے کہ آدمی فقط اپنی ہی ذات کے خیال میں سرتاپا محو نہ ہوجائے بلکہ اُس کے ساتھ اوروں کے حقوق جو اُسکے ذمّے پر ہیں اُن کے ادا کرنے کا بھی خیال رکھے لیکن اپنے مقصد کو پستی کی طرف نہ جانے دے۔ خوب سمجھ لے کہ اِنسان کچھ ہی کم فرشتوں سے ہے آخرت میں اِس کے لئے مدارج اعلےٰ بنائے گئے ہیں۔ ابد سے اِسکو تعلق ہے۔ تمام عالم میں اشرف المخلوقات وہ ہے۔ عقل اسکو عطا ہوئی ہے۔ محبت اِس میں پیدا کی گئی ہے۔ یہاں دُنیا میں اِس کے

واسطے گھر بنایا گیا ہے۔ اس لئے کبھی انسان کو اپنی نسبت ادنیٰ اور رذیل ہونے کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ ایک ادنےٰ آدمی بھی ازل و ابد کا مرکز ہے۔ سب آدمیوں پر خدا کا سایہ رہتا ہے۔ آدمی کو اپنے جسم و نفس و دماغ و خصلت کا ادب کرنا چاہیے۔ اپنے نفس کی محبت سے اپنی ذات کا ادب پیدا ہوتا ہے اور یہی اوّل قدم ترقی کی تحریک کا ہوتا ہے۔ یہی اپنی ذات کے مرتفع کرنے کا۔ اپنی عقل کے انکشاف کا۔ اپنی حالت کی ترقی کا شوق دلاتا ہے۔ عصمت۔ طہارت۔ صداقت۔ عدالت کی نیکیوں کا وہی اصل ہوتا ہے۔ اپنے تئیں ذلیل و رذیل سمجھنا آدمی کو ڈبو دیتا ہے اور بعض اوقات بدنامی اور بیعزتی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ ہر شخص اپنی مدد آپ کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے۔ ہمارا حال اس تنکے کا سا نہیں ہے کہ پانی پر اس کے بہاؤ کی سمت بتلانے کے لئے پھینکا جائے بلکہ ہم میں خود قدرت آزادانہ کام کرنے کی ہے۔ ہم پانی کے چڑھاؤ کا سامنا کرکے اسکے اوپر اپنا رستہ آپ بنا سکتے ہیں۔ اخلاق کی میزان میں جتنا چاہے ہر شخص اپنا وزن پیدا کر سکتا ہے۔ ہم نیک کام کر سکتے ہیں۔ ہم اعتدال کفایت شعاری کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اپنے ایام عسرت کے لئے سرمایہ جمع کر سکتے ہیں۔ اچھی کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔ دانا معلموں کا درس سن سکتے ہیں۔ خدا کی باتوں کا اثر قبول کر سکتے ہیں دنیا میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد پیش نظر رکھ سکتے ہیں۔ اپنے سے محنت کرنی

اور قوم سے محبت کرنے کے ایک ہی معنی ہیں۔ جو شخص اپنی ترقی کرتا
ہے وہ قوم کی ترقی کرتا ہے اس لئے کہ وہ خود اسی کی فرد ہیں۔ قوم
افراد کے مجموعہ کا نام ہے پس جب ہر فرد ترقی کرتی ہے تو قومی ترقی
ہوتی ہے۔ کل جب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جن اجزاء سے مرکب
ہے وہ پاک صاف ہوں۔ پس ایک شخص کا ترقی کرنا قوم میں ایک
اچھے آدمی کا اضافہ کرنا ہے۔ اور اس اضافہ کے باربار ہونے سے قوم
اچھی ہوجاتی ہے۔ قوم کی حالت افراد ہی کی حالت کا پرتو ہوتا ہے+
جب ایک آدمی ترقی کرتا ہے تو اس قابل ہوتا ہے کہ جو اُس کے
قریب ہوں وہ اُن کی ترقی کا محرک بنے۔ اُس میں زیادہ قدرت ہوتی ہے
اُس کا منظر فراخ ہوتا ہے وہ ایسی بصارت رکھتا ہے کہ قومی بُرائیوں
کو صاف پرکھ لیتا ہے اور اُس کا علاج جانتا ہے وہ قوم کا ہاتھ پکڑ کے
پستی کے گڑھے سے نکال سکتا ہے۔ اُس نے خود اپنا فرض ادا کیا
ہے وہ اوروں کی تحریک کرسکتا ہے کہ اپنا فرض مثل اس کی ادا کرکے
اپنی حالت کو بہتر کریں۔ جو شخص اپنی نفس پروری کی کیچڑ اور دلدل
میں پھنسا ہوا ہو وہ کب ترقی کے رستہ پر قوم کو چلا سکتا ہے۔ جو
شخص خود نجس و غلیظ ہو وہ اوروں کو کیسے طہارت کی ہدایت کرسکتا ہے
ع خود گم رہ است کرا رہبری کند+ اُسکو تو ہمسایہ والے بھی کہینگے کہ
اے حکیم تو پہلے اپنے تئیں تندرست کر۔ ہمارے اس توبہ کے بیان کا

ماحصل یہ ہے کہ جو اصلاح اور ترقی ہم اپنے قوم کی چاہیں اُنکا آغاز
ہم اپنے سے شروع کریں اور اپنی زندگی کو اُسکا نمونہ اور مثال بنائیں۔
جس سے اوروں کو سبق پڑھائیں جو اوروں کا بلند کرنا چاہتا ہے وہ پہلے
اپنے تئیں بلند کرے اُس کو اپنے ذات کے تعزز سے شروع کرے +
. زندگی کی بے اعتباری مقتضی اِس کی ہے کہ ہم اپنی کم بختی کے
دنوں کے لئے کچھ سامان معاش جمع کریں۔ یہ کرنا فقط اخلاقی اور معاشرت
کا فرض نہیں ہے۔بلکہ مذہبی فرض ہے جو شخص اپنے نئے اور اپنے
اہل و عیال کیلئے سامان معاش جمع نہیں کرتا وہ بے ایمان کافر سے بدتر
ہوتا ہے +

زندگی کا بے اعتبار ہونا بالکل سچ ہے۔ بھلے چنگے تندرست بڑے
زبردست آگا فاناً امراض میں مبتلا ہوکر مر جاتے ہیں

جیسے موت کا آنا یقینی ہے ایسا جینا یقینی نہیں ہے۔گو بظاہر
مرنے جینے کا قانون قاعدہ نہیں معلوم ہوتا مگر مہذب ملکوں کے محققین
نے تحقیق کرلیا ہے کہ مرنا جینا بھی ایسا ہی ایک قانون کے موافق ہوتا
ہے جیسا کہ ابابیل کا زمین پر گرنا ایک قانون کے مطابق ہے +

انگلستان میں ایک لاکھ آدمی جو ایک وقت میں پیدا ہوں اُن میں سے
چوتھائی تو پانچ برس کی عمر کے اندر مر جاتے ہیں۔ اور باقی کے آدھے
پچاس برس کی عمر میں۔اور نوتے برس کی عمر تک گیارہ سو اور تیرہ چھ

کی عمر تک سولہ پہنچتے ہیں۔ اور صرف دو ان لاکھ آدمیوں میں سے ایک سو پانچ برس کی عمر تک نہایت بیکسی کی حالت میں پہنچتے ہیں +

بہت سے تجربوں سے یہ ایک امر تحقیق ہوگیا ہے کہ انگلستان میں زندگی کا اوسط ۴۵ سال ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں صرف ۲۳ سال بس اب اس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں کہ بالانفراد وفات کے اوقات نامحقق اور بالاجتماع محقق +

اب ہمارا کام یہ ہے کہ قوانین صحت کو سمجھیں اور جو اُنکے نتائج ہمارے برخلاف ہوں ان کا علاج کریں + جب ہم قوانین فطرت کی حدول حکمی کرینگے گو اس سے غرض ہماری اچھی ہو تو بھی سزا پائے بغیر نہیں رہینگے۔ خالق جہان نے اپنے قوانین جو مقرر کئے ہیں۔ ان میں کبھی کچھ تبدیل وتحویل نہیں کرتا۔ کبھی وہ ہماری جہالت کی خواہش کے موافق اُنہیں بدلکر کام نہیں کرنے لگتا۔ خداوند تعالیٰ نے ہمکو فہم وعقل دی ہے کہ اُن قوانین کو سمجھ لیں اور اُس کے موافق کام کریں اگر یہ نہ کریں تو اپنے کئے کو بھگتیں۔ چار وناچار رنج وتکلیف اُٹھائیں +

بہت سے آدمی ابھی یہی نہیں جانتے کہ نیکی۔ علم آزادی۔ خوشحالی۔ آدمی اپنے لئے خود پیدا کرتا ہے۔ اِن باتوں کے لئے قوانین کا بہت ہی کم سہارا ہے۔ وہ آدمیوں کو پرہیز گار۔ عاقل۔ خوشحال نہیں بنا سکتے۔ فضول خرچ۔ بیٹھا ہوا قوانین پر ہنسا کرتا ہے۔ شرابی اپنی ترنگ میں اُس

سے لڑنے کو موجود ہے۔ بدمعاش اَوباش اپنی نا عاقبت اندیشی اَور گھمنڈ کے سبب سے اُنہیں ہیچکارہ جانتا ہے۔ اپنی سخت بدبختی کا الزام اَوروں کے ذمّے تھوپتا ہے۔ یہ ایک دستور پڑگیا ہے کہ زیادہ تر آدمی قسمت کی شکایت کرتے ہیں۔ اَور غل مچاتے ہیں کہ گورنمنٹ ہماری دستگیری نہیں کرتی اَور کوئی ہماری مدد نہیں کرتا۔ یہ ساری شکایتیں رزالت اَور طبیعت کے کمینے پنے اَور پاجی پنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ خود اپنی خواہشوں کو روک نہیں سکتے۔ کفایت شعاری اختیار نہیں کرتے اعتدال نہیں رکھتے۔ غرض اپنی مدد آپ نہیں کرتے اَور اَوروں کے ذمّے الزام دھرتے ہیں۔ ایسی بیجا شکایتوں کے سُننے سے کان بہرے ہوتے ہیں۔ دل تنگ ہوتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوشحالی کے اُصول اولیہ سے محض جاہل ہیں۔ وہ اَوروں کی مدد نہ کرنیکی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ مدد خود اُن کے اندر موجود ہے۔ وہ اپنی مدد کرنے اَور اپنی حالت بہتر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اُنکو اپنی نجات و رستگاری کے لئے خود کام کرنا چاہیے۔ غریب سے غریب آدمی یہ کرتے ہیں تو پھر ہر ایک آدمی کس واسطے نہ کرسکے۔ بہادر عالی حوصلہ ہمیشہ فتحیاب ہوتے ہیں +

روز بروز ایسے کام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ کہ جن کو اُجرت خاطرخواہ ملتی ہے۔ اگر وہ خرچ میں کفایت کریں تو اپنی

اُجرت سے بچا سکتے ہیں۔ جس سے اُن کے اخلاق میں ترقی اور اُن کی بہبودی ہوسکتی ہے اور وہ اپنے گروہ میں معزز و فارغ البال ہوسکتے ہیں۔ مگر وہ ایسے نا عاقبت اندیش اور فضول خرچ ہوتے ہیں کہ اس اپنی خوش دلی اور اپنے اہل و عیال کا چین و آرام برباد کرتے ہیں۔ اور اپنے گروہ کو کہ جسکے زیادہ تر وہ سرگروہ ہیں مضرت پہنچاتے ہیں ✦

جب اِن کام کرنے والوں کا کام خوب چلتا ہے تو وہ اپنی آمدنی کو بے مصرف خوب خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اور جب کام کا مندا ہوتا ہے تو سر پیٹتے ہیں۔ اور نہایت خراب خستہ حال ہوتے ہیں۔ وہ روپیہ کو اچھی طرح نہیں خرچ کرتے۔ بلکہ بُری طرح وہ اپنے بڑھاپے کے لیئے اور اہل و عیال کے لئے جو بڑھتے جاتے ہیں کچھ فکر نہیں کرتے۔ اُن میں سے اکثر بیوقوفیوں اور بُرائیوں اور اوباشیوں میں روپیہ کو برباد کر دیتے ہیں۔ کوئی اِس بیان کو مبالغہ نہ جانے بلکہ جہاں چاہے وہاں اِن کام کرنے والوں کا حال یہ دیکھ لے۔ ہندوستان میں دو گروہ ہندو و مُسلمان ہیں۔ جب کام خوب چلتا ہے تو مُسلمان خوب چکھوتیاں اُڑاتے ہیں۔ کپڑے خوب پہنتے ہیں۔ میلوں میں اجلے کھلے بنے بڑے پھرتے ہیں۔ جب کام کا مندا ہوتا ہے تو سارے گھر کا اسباب بکتا ہے یا گرو ہوتا ہے۔ ایک تہمت بندھا ہوتا ہے اور پھٹا کرتا بدن پر ہوتا ہے۔ روکھی سوکھی چٹنی روٹی پر گذارہ رہتا ہے۔ اگر ہندو ہوئے تو گو

کھانے پینے میں فضولی نہ کریں مگر شادی بیاہ میں ساری جمع پونجی
خرچ کرکے ٹھک ہو جاتے ہیں۔ گو اِس زمانہ میں تجارت کا بازار خوب
گرم ہے دساور خوب چلتا ہے۔ ریلوں پر مال کی ریل پیل رہتی ہے
دستکاری کی چیزیں کہاں سے کہاں تک جاتی ہیں۔ غرض سارے
سامان خوشحالی کے مہیا ہیں۔ مگر اِس کے ساتھ کم بختی یہ لگی ہوئی
ہے کہ نئے نئے خرچ اپنے پیچھے لگاتے ہیں اَور قدیمی خرچوں میں
فضولی کرتے ہیں۔ کاریگر اپنے کاموں کی اُجرت زیادہ مانگتے ہیں۔
مگر جب اُن کو یہ اجرت زیادہ ملجاتی ہے تو ملتے ہی اُس کو خرچ کر
ڈالتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی عادتیں بگاڑلی ہیں۔ عادت جب ایک
دفعہ بگڑ جاتی ہے تو پھر مشکل سے سنورتی ہے۔ بجائے اس کے
کہ زیادہ اجرت میں سے کچھ بچاتے وہ اَور زیادہ فضول خرچوں میں
صرف کرتے ہیں۔ انگریزی چیزوں کے شوق نے تباہ حال کر رکھا
ہے۔ کیا آدھی کا چراغ و رُوئی سوا روپئے کا فتیل سوز برنجی برسوں چلا
کرتا تھا۔ یا اب اُس کی جگہ قیمتی لیمپ روشن ہوتے ہیں کہ جس سے
فقط روشنی کا خرچ کئی گنا ہوگیا۔ پہلے رُوئی کا سُوت گھر میں کتتا تھا
اَور بُنا جاتا تھا۔ اُسکا کپڑا پہنا جاتا تھا تو برسوں چلتا تھا۔ پھٹے پر بھی
بچوں کے کام آتا تھا۔ اب اُس کی جگہ انگریزی کپڑا جو صدہا طرح کا
ہمیشہ بنا آتا ہے۔ پہنا جاتا ہے جس میں بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔

اور گھر کے اسباب کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ پہلے پانی پیا جاتا تھا۔ اب اس میں برف کا اضافہ ہوا ہے۔ پھر کہیں کہیں شراب کا دور بھی رہتا ہے۔ پہلے جوتیوں کے پہننے میں بھی مضائقہ ہوتا تھا۔ اب پاؤں میں جوتے کا پہننا جیسا ضروری ہے ایسا ہی سر پر چھتری کا ہونا بھی لازم ہے۔ غرض صدہا طرح کے نئے نئے خرچ ایسے کھڑے ہوگئے ہیں کہ آمدنی کی افزایش ان کو کافی نہیں ہوتی۔ پس جب کسی ملک کی آبادی ناعاقبت اندیش اور غیر منتظم ہوگی اس کے واسطے خواہ کیسا ہی خوشحالی کا سامان تیار کیا جائے اس سے مستفید نہیں ہوگی۔ اگر وہ عاقبت اندیشی اور کفایت شعاری کو نہیں اختیار کرینگے تو بھوکے ننگے رہیں گے تجارت اور ہر پیشے کا حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی برا۔ پس جب اچھے حال میں عاقبت اندیشی کے ساتھ کچھ نہ بچایا تو برے حال میں مصیبت اور تکلیف اٹھانی پڑے گی +

اگر آدمی کا فقط جسم ہوتا تو وہ اونی سوتی ریشمی کپڑوں کے پہننے سے کلی و چینی برتنوں اور کھلونوں کے بنانے سے بازار میں جب چیزیں سستی بکیں ان کے مول لینے سے اور جب مہنگی بکیں تو انکے بیچنے سے زمین کے بونے جوتنے سے مویشی کے چرانے سے غرض جتنے کاموں سے روپیہ کا فائدہ ہوتا ہے خواہ یہ روپیہ خرچ کیا جاتا یا جوڑا جاتا۔ بہر حال وہ اپنے تئیں خوشحال سمجھنے لگتا۔ مگر جسم کے ساتھ تو

صوح لگی ہوئی ہے جیسکے قواء جسمانی قواء سے ممیّز ہیں۔ اسمیں چاہتیں اور ہمدردیاں بھری ہوئی ہیں بس اِس لئے انسان کی خوشحالی فقط بدن اور رگ پٹھوں ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ عقل اور اخلاق پر بھی منحصر ہے۔ قومی خوشحالی کے لئے فقط دولت کافی نہیں جیسے کہ ایک آدمی کی طبیعت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے اور وہ اپنے خرچ کے دوچند کرنے سے یا سو فیصدی جوڑنے سے بدنما اور نفرت کے قابل ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی قوم کا حال ہے کہ جب اُس کی آمدنی بڑھ جائے گی تو اُس کے قواء بہیمیہ کی سیری کا سامان زیادہ ہو جائیگا جس سے بجائے بھلائی کے برائی زیادہ پیدا ہوگی۔ قومی خوشحالی جب پوری ہوتی ہے کہ دولت کی بڑھوتری کے ساتھ اخلاق اور عقل کی بھی ترقی ہو۔ یہ قومی خوشحالی پوری نہیں ہے کہ فقط بے انتہا صناعت کی چیزیں تیار کرنے لگے +

غرض جبتک قوم میں دولت کے ساتھ عقل اور اخلاق کی ترقی نہو وہ پوری خوشحال نہیں ہوسکتی۔ کوئی ہماری اُوپر کی تحریر سے یہ نہ سمجھے کہ ہم بُخل و کنجوسی کی حمایت کرتے ہیں۔ ہمکو تو اس سے نفرت ہے۔ ہمارا بڑا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آیندہ کا فکر رہے اور اسکے لیئے کچھ جمع کرے۔ اپنے اچھے وقت میں بُرے وقت کا خیال رکھے۔ کچھ بچالے کہ محتاج نہ بننا پڑے۔ بڑھاپے میں کام آئے۔ عزت و آبرو میں فرق نہ آئے۔ اِس عمر میں آرام پائے۔ معاشرت کی بہبودی بڑھائے +

لالچ - طمع - حرص - سُود خواری - خود غرضی کا نام کفایت شعاری نہیں ہے - بلکہ وہ اُن سب نفرت زدہ باتوں سے بالکل برعکس ہے - کفایت شعاری تو اُس انتظام کا نام ہے جس سے دل غنی ہو - استغنا پیدا ہو دیانت داری سے دَولت پیدا ہو اَور ایسے انتظام سے خرچ ہو کہ جس میں کوئی بیفائدہ صرفِ زر نہ ہو - اُس میں نہ زمین میں دفن کرنے کے لئے - نہ نوکروں کی پلٹن جلو میں چلانے کے لئے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے - بلکہ اُن عظیم الشان فائدوں کے واسطے جس سے دل غنی ہو استغنا ہو +

باب سوم

دولت و فلاکت و جہالت و تعلیم

دولت و فلاکت بھی توام رہتی ہیں - جن ملکوں میں دولت کی افراط ہے وہیں فلاکت کی کثرت ہے - دُنیا میں سب ملکوں سے زیادہ دَولتمند انگلستان ہے جسکے ایک ایک بنک کی دَولت گنجِ قارون کو مات کرتی ہے - مگر اس کے ساتھ فلاکت کا بھی یہی حال ہے - بیشمار آدمیوں کا حال وہاں ایسا ہے جَیسا کہ وحشیوں اَور جنگلیوں کا ہوتا ہے - بلکہ اس سے بدتر اِس لئے کہ وحشی اَور جنگلی آدمیوں میں تو افلاس میں سبکا

یکساں ہوتا ہے کہ کھانے پینے کو فقط ملجائے پھر مگن و سیر ہیں۔ کچھ پروا نہیں۔ مگر شایستہ ملکوں میں یہ مصیبت اَور زیادہ ہے کہ اپنی ناداری اَور فلاکت کے مقابل میں عیش و عشرت کے سامان بےپایان نظر آتے ہیں۔ جس سے اَور زیادہ اپنی حالت فلاکت کی ناگوار گذرتی ہے وحشیوں کی طرح یہ غریب مفلس جو آیندہ ایکسال کا ایک ہفتہ کا ایک دن کا کچھ فکر نہیں کرتے بالفعل کھانے پینے۔ سونے کو جانتے ہیں۔ اس کا خیال ہی ان کے دل میں نہیں آتا کہ کوئی بلا سر پر آئے گی۔ بڑھاپا بےکس اپاہج بنائیگا۔ بیماری معطل کریگی۔ غرض مُلک کی شایستگی و تہذیب سے وہ کچھ فائدہ نہیں حاصل کرتے بلکہ نقصان اُٹھاتے ہیں ✦

مہذب شایستہ مُلکوں میں جتنے آدمی اب بھُوکے مرتے ہیں۔ پہلے ناشایستگی کے زمانہ میں نہیں مرتے تھے۔ یہی ہمارے نیم وحشی مُلک کا حال ہے کہ جب سے اس میں شایستگی اَور تہذیب نے قدم رکھا ہے تو افلاس اَور ناداری کا بڑا شور و غل مچا ہے۔ جتنے آدمی اب بھُوکے رات کو سوتے ہیں اُتنے پہلے زمانہ میں نہ سوتے تھے۔ اِن غریب آدمیوں کی اگر تعلیم و تربیت اچھی طرح کیجائے اَور کفایت شعاری کے اصول سکھائے جائیں تو یہ حالت نہیں رہے مگر تعلیم و تہذیب ایسی آہستہ رَو ہیں کہ تہذیب کے تاریخ میں ایک نسل ایک دن شمار ہوتا ہے پس جب تک تین چار نسلیں نہ گذریں تعلیم و تہذیب کا اثر نمایاں نہیں ہوگا ✦

یہ اکثر سُننے میں آتا ہے کہ اَلْعِلْمُ قُوَّۃٌ یعنے علم قوۃ ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں سُنا جاتا کہ اَلْجَہَالَۃُ قُوَّۃٌ یعنے جہالت قوۃ ہے۔ حقیقت میں جو جہالت میں قوت ہے وہ علم میں کہاں سکت ہے۔ جہالت ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ یہ انسان کے بُرے میلانوں ہی کا سبب ہے کہ گورنمنٹ اور سلطنت کے بہت سے کارخانے قائم ہوتے ہیں۔ جن میں بہت کچھ خرچ ہوتا ہے +

جہالت ہی سے ایک آدمی دوسرے آدمی کا گلا کاٹنے کے لئے ہتیار اُٹھاتا ہے یہ جہالت ہی نے جیلخانے پولس۔ توپ خانے قایم رکھے ہیں جہالت ہی سلطنت کا کل زور جسمانی مرتب کرتی ہے۔ جہالت ہی اس کی خواہاں ہوتی ہے۔ وہی اس کو کام میں لاتی ہے۔ غرض سب طرح سے جہالت میں قوت ہے +

کہتے ہیں کہ جہالت کے زور کا سبب یہ ہے کہ صاحب علم بہ نسبت جاہلوں کی کم ہیں۔ جب علم کی عام اشاعت ہوگی تو تعلیم یافتہ دانا اور مآل اندیش ہو جاینگے۔ پھر علم کو جہالت پر فوقیت ہوجائے گی۔ مگر یہ وقت کبھی آیا ہے نہ اُس کے آنے کی توقع ہے +

اگر ہم جرائم کی فہرست دیکھیں تو سو جاہل مجرموں کے پیچھے ایک صاحب علم یا دانشمند ہوگا اور یہی نسبت اور تمام بُرے کام کرنیوالوں میں ہے۔ فقیر بھیک مانگنے والے سب جاہل ہی ہوتے ہیں۔ غرض جہالت نے انسان کو طرح طرح کے امراض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہر چند

کمیٹیاں اور کونفرنسیں اور جلسے بہت سے دانشمندوں کے انکے گھٹانے کے واسطے ہوتے ہیں۔ روپیہ بہت صرف کیا جاتا ہے۔ عالی دماغ اپنا دماغ بہت صرف کرتے ہیں مگر جہالت میں وہ زور ہے کہ اُسکے آگے یہ تمام سعیاں اور کوششیں نقش بر آب ہوتی ہیں۔ اور جہالت ایسا مایوس کرتی ہے کہ کوشش کرنے والوں کا جی چھوٹ جاتا ہے اور وہ اپنی سعی کے چھوڑنے کے لیئے وہ آمادہ ہو جاتے ہیں +

حضرت ایوب نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ناحق باتوں میں بڑی قوت ہوتی ہے۔ در حقیقت یہ سچ ہے کہ جاہلوں کے دماغوں کے لیئے جیسی ناحق باتیں موزوں ہوتی ہیں اور ان پر اثر کرتی ہیں ایسی حق باتیں نہیں کرتیں۔ تہی مغزوں۔ متعصب و غلط کار دماغوں پر اُن کو بڑا استیلا ہوتا ہے۔ جاہل تو حق باتوں کے معنی ہی نہیں سمجھتے ان کو مہمل جانتے ہیں یا اُن کے الفاظ کو کسی مردہ زبان کے الفاظ جانتے ہیں +

دانشمندوں کے خیالات عوام الناس کے دماغ کے اندر نہیں جاتے بلکہ وہ سر پر سے اُوپر ہی اُوپر اُڑ جاتے ہیں۔ بہت ہی کم آدمی ان کو سمجھتے ہیں اطبار حاذق قوانین صحت کی تحقیق و تدقیق کرتے ہیں۔ رسالے حفظان صحت کے لکھتے ہیں اور شائع کرتے ہیں۔ اوّل تو بہت سے آدمی اُن کو پڑھ ہی نہیں سکتے اور جو پڑھتے ہیں اُن میں بہت ہی

تھوڑے سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ غرض قوانین صحت پر کچھ خیال نہیں ہوتا۔ بازار گلیاں غلاظت سے سڑا کرتی ہیں۔ گھر میں نجاست بھری ہوتی ہے۔ آبادی کی کثرت ہوتی ہے۔ صاف پانی اور ہوا کے لئے کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں جب بُخار پھیلتا ہے تو وہ ہزاروں کا کام تمام کرتا ہے۔ بیواؤں اور بچوں کی آہ و فغاں کا شور آسمان پر پہنچتا ہے۔ خیرات خانوں سے اُن کی پرورش ہوتی ہے۔ بس دیکھ لیا کہ جہالت قوت ہے۔

جہالت کے زور گھٹانے کا علاج کوئی اس کے سوا نہیں ہے کہ علم پڑھایا جائے۔ جیسے آسمان پر آفتاب گردش کرتا ہے تو تاریکی دُور ہوتی جاتی ہے۔ اور اُلووں اور چمگادڑوں اور بعض اور شکاری پرندوں کی بینائی ضعیف ہوتی جاتی ہے۔ ایسے ہی آدمیوں میں علم کے اور بہتر تعلیم کے ہونے سے جرائم میں اور ممنوعات شرع میں شراب خواری اور ناعاقبت اندیشی میں کمی ہوگی اور ساری بدیوں کے زور گھٹ جائینگے۔ بلکہ ایک خاص حد تک نابود ہو جائینگے۔

یہ بات بھی قبول کرنی چاہیے کہ محض تعلیم سے کام نہیں چلتا۔ عقلی تعلیم کا بہت ہی کم اثر اخلاق پر ہوتا ہے۔ بہت سے ہوشیار لائق تعلیم یافتہ عالم ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا چال چلن نیک نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ مسرف۔ نامنتظم۔ شرابی۔ شریر ہوتے ہیں۔ ایسے شریر اِس

ہوشیاری کے سبب سے بچپن کو بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ اِس لئے ضرور ہے کہ تعلیم کی بُنیاد مذہب پر رکھی جائے جس سے بُرائیوں کی طرف سے طبیعتوں کے میلان رُکیں۔ یہ ایک مسئلہ علم اخلاق کا ہے کہ تونگری پر خوشدلی کا مدار نہیں ہے۔ اگر دفعۃً کام کرنے والوں کی آمدنی دوچند کردی جائے تو اُس سے اُن کی خوشدلی دوچند نہیں ہو جائے گی بلکہ اکثر آمدنی کی افزایش افلاس سے زیادہ مُضر ہوتی ہے۔ اسکے سبب سے آدمی بے اعتدالیاں اختیار کرتا ہے اور جرائم کا مُرتکب ہوتا ہے۔ انگلستان میں جب کاریگروں کو اُجرت زیادہ ملنے لگتی ہے تو وہ اپنی آمدنی کو شراب میں زیادہ اُڑاتے ہیں۔ شراب میں بدمست ہوکر وحشیانہ حرکتیں اور حملے آپس میں کرتے ہیں۔ مذہب اور انتظام ملکی کے برخلاف بہت کام کرتے ہیں۔ اُن گھروں میں اور اُن کے دلوں میں جتنے دروازے اور روزن نیکی کے داخل ہونے کے ہوتے ہیں سب بند ہو جاتے ہیں۔ ارتکاب جرائم کی کثرت جہالت اور مذہب کی لاعلمی سے ہوتی ہے۔ اکثر مجرموں کی خصلت میں یہ دونوں باتیں ضرور ہوتی ہیں۔ عوام کی بود و باش میں دو باتوں پر غور کرنی چاہیے۔ اوّل وہ کس طرح روپیہ پیدا کریں اور کسطرح خرچ کریں۔ یہ دونو باتیں ان کو جبتک اچھی طرح نہیں آئینگی کہ تعلیم دنیاوی و اخلاقی و مذہبی ان میں خوب اشاعت پاکر اُن کی عقل و فہم دل کو روشن نہ کرے۔ تعلیم ہی اُنکو بتلائیگی

کہ وہ اپنی آمدنی کی افزایش کس طرز سے کریں۔ اور آمدنی کو نہایت ہوشیاری اور عاقبت اندیشی کے ساتھ کس طرح خرچ کریں اور مربیانہ جوابدہیوں کو سمجھیں۔ ایک عاقل کا قول ہے کہ مربی جو ایک بچہ کی تعلیم کرتا ہے وہ ایک ایسا سرمایہ اسکو دیتا ہے جو دولت کے خزانہ کی برابر ہے۔ جب بچہ بالغ ہو تو وہ اِس تعلیم کو بھی روپیہ کی طرح بڑے طور سے کام میں لاسکتا ہے۔ مگر یہ کوئی اعتراض دولت و علم کی تحصیل پر نہیں ہے اکثر علم و دولت کی قیمت تو فقط اُسکے مناسب استعمال پر موقوف ہوتی ہے۔ علم کی تحصیل میں تو اس کے استعمال کرنے کی قابلیت بھی خوب آجاتی ہے مگر دولت کے جمع کرنے میں یہ بات نہیں ہوتی اِس لئے تحصیل علم میں یہ فائدہ تحصیل دولت سے زیادہ ہے +

بہرنہج اِنسان کے حق میں تعلیم بڑی مُفید ہے اِس کے سبب سے جو اخلاقی ترقی ہوتی ہے اِس سے قطع نظر کی جائے تو جسمانی ترقی بہت کچھ ہوتی ہے۔ جن ملکوں میں عوام میں تعلیم پھیل گئی ہے اُنکی حالت ہی کچھ اور ہوگئی ہے۔ اُن میں ساری بُرائیاں کم ہوگئیں۔ تعلیم خواہ دُنیاوی یا دینی ہو اس کا حال انسان کی اخلاقی زندگی کے واسطے ایسا ہی جیسے کہ انسان کی زندگی کے لئے دَوران خُون کا حال ہے کہ موٹی موٹی رگوں میں پھیل کر باریک باریک رگوں میں سارے بدن میں پھیلتا ہے۔ بس اسی طرح یہ تعلیم اعلےٰ درجہ کے

آدمیوں میں جو بمنزلہ موٹی رگوں کے ہیں گے پھیلکر ادنےٰ درجہ کے آدمیوں میں جو بمنزلہ باریک رگوں کے ہیں پھیلتی جاتی ہے اخلاق انسانی کیلئے تعلیم من وسلویٰ و دوا ہے اگر جرائم زہر ہیں تو تعلیم تریاق ہے۔ خلق وبا سے بچ سکتی ہے قحط کے بعد زندہ رہ سکتی ہے۔ مگر جب جہالت کا شیطان شرارت و فساد کو اپنا نائب بناکے گھروں کے چین و آرام کے پیچھے پڑتا ہے تو وہ اس کے تمام قوانین و آئین کو تباہ کرتا ہے اور اس کی معاشرت کے فردوس کو اُجاڑ کر جنگل بناتا ہے۔ اس لئے ہر سلطنت کا فرض عظیم یہ ہے کہ جیسے وہ جرائم کی سزا دینے میں اہتمام کرتی ہے ایسے ہی اُسکے انسداد کی تدابیر کرے۔ جیسے وہ قوانین کا تابع رعایا کو بناتی ہے ایسے اُنکے پڑھنے کی بھی قابلیت اُن میں پیدا کرے۔ اور اُن کو یہ بھی سکھائے کہ اس مقنن کامل نے عظیم الشان امور حقہ میں اپنی حکمت بالغہ و قدرت کاملہ دکھائی ہے +

یہ باتیں جب ہی ہونگی کہ سلطنت علم کو پھیلائے اور تعلیم کو وسعت دے جس سے اُسکی رعایا قانع۔ تابع۔ خوشدل۔ صلح جو۔ امن خواہ ہوجائیگی +

باب چہارم

انتظام خانہ داری کے قواعد

انتظام خانہ داری کے قواعد نہایت سیدھے سادے ہیں۔ اوّل قاعدہ یہ

ہے کہ آمد سے خرچ کم رکھا جاوے ہمیشہ آمدنی کا ایک حصّہ آیندہ کے لئے بچایا جائے۔ جو شخص اپنی آمدنی سے خرچ زیادہ رکھتا ہے وہ بیوقوف ہوتا ہے۔ دیوانی کے قوانین کے موافق مسُرف اوٗر دیوانے یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ اکثر عدالت ان کے ہاتھ سے انتظام ریاست چھین لیتی ہے +

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ چیزوں کو نقد خریدو کسی حال میں قرض کا حساب نہ رکھو۔ جو شخص قرضدار ہوجاتا ہے وہ اوٗروں کے دھوکے میں آتا ہے۔ اور خود بھی سچا نہیں رہتا جو شخص اوٗروں کا دین دیتا ہے وہ اپنے تئیں دولت مند بناتا ہے +

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جن فائدوں کا ملنا یقینی نہ ہو فقط احتمالی ہو جبتک وہ حاصل نہ ہوں پہلے سے انہیں خرچ نہ کرو۔ فائدے ہمیشہ آدمی کو اپنے خیال و اُمید کے موافق نہیں حاصل ہوا کرتے۔ صرف اُن کی اُمید پر خرچ کرنا تم کو ایسا قرض میں پھنسائیگا کہ عمر بھر اس سے نکلنا دشوار ہوگا +

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھا کرو۔ منتظم پہلے سے جانتے ہیں کہ ہم کو کیا کیا چیزیں درکار ہونگی اوٗر وہ کیونکر حاصل ہونگی۔ وہ اپنے گھر کی آمد و خرچ کا تخمینہ پہلے سے تیار کرتے ہیں۔ جنہیں آمدنی سے خرچ کم رکھتا ہے +

پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ مالک خانہ کی نظر اُس پر رہے کہ کوئی

چیز اکارت نہ جائے - ہر چیز جسطرح کام میں آنی چاہیئے اس طرح کام میں آنے اَور اپنے موقع پر رکھی رہے اَور تمام کام سلیقہ اَور انتظام کے ساتھ کیئے جائیں - اِس سے بڑے آدمیوں کی شان میں بٹّا نہیں لگتا کہ وہ اپنے کاموں پر خود متوجہ ہوں - اَور آمدنی والوں پر تو یہ واجب ہے کہ وہ سب چیزوں کی خود نگرانی کریں - بغیر اِسکے تو اُنکا کام چلنے کا نہیں ۔ یہ مقرر کرنا مُشکل ہے کہ آمدنی کا کونسا حِصّہ بچانا چاہیئے - وہ آدمیوں کی حالت پر موقوف ہے - کوئی کہتا ہے کہ آمدنی کا آدھا حِصّہ بچانا چاہیئے - کوئی کہتا ہے کہ تہائی حِصّہ - مگر چھٹے حِصّے سے لیکر دسویں حِصّہ تک بآسانی بچ سکتا ہے - بہر حال بہت بچانا بہت خرچ کرنے سے اچھّا ہوتا ہے - بہت بچانے سے جو بُرائی پیدا ہوگی اُسکا علاج تو ہو سکتا ہے - مگر جو بہت خرچ کرنے سے بُرائی پیدا ہوگی وہ لاعلاج ہے - جب اہل و عیال کی کثرت ہو تو زیادہ بچانا بہتر ہوگا +

امیر غریب ادنےٰ اعلےٰ متوسط سب کے لئے یہ انتظام ضرور ہے - بغیر اس انتظام کے کوئی شخص نہ سخی ہو سکتا ہے نہ دُنیا کے خیرات کے کاموں میں شریک ہو سکتا ہے - اگر ایک شخص اپنی کُل آمدنی خرچ کر ڈالے تو وہ دُوسرے کی مدد کیسے کر سکتا ہے - وہ تو اپنی اولاد کی تعلیم بھی اچھی طرح نہیں کر سکتا اَور نہ اُن کی حالت ایسی بنا سکتا ہے کہ وہ اپنے کام کا آغاز اچھی طرح کریں - مسلمانوں کے کُل فرقوں میں علی العموم یہ وبا پھیلی ہوئی

ہے کہ وہ آمد و خرچ کو برابر رکھتے ہیں۔ یا خرچ کو آمد سے بڑھاتے ہیں۔ ان میں اعلےٰ درجہ کے آدمی زیادہ تر اپنی نمود و نمایش و شان پر مرتے ہیں۔ وہ اپنی عزت کی بقا اِس میں جانتے ہیں۔ کہ بڑے عالیشان مکان رہنے کو ہوں۔ سواریاں گھوڑے گاڑیاں بکثرت اور نہایت عمدہ چڑھنے کے لیئے ہوں۔ دعوتوں کے جلسے۔ رقص و سرود کی محفلیں نہایت تکلّف سے ہوتی رہیں۔ انجام اِس ناعاقبت اندیشی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ شکستہ دل پاؤں ہو جاتے ہیں۔ اُن کی ہمتیں اور اولوالعزمیاں سب خاک میں ملجاتی ہیں۔ پھر یہ بُرائی اعلےٰ درجہ کے آدمیوں میں سے متوسط درجہ کے آدمیوں میں نازل ہوتی ہے۔ جیسے بندر آدمی کی نقل اُتارتا ہے یہ متوسطین بھی اعلےٰ درجہ کے آدمیوں کی نقل اُتارتے ہیں۔ مکانوں کی آرایش اور لباس کی زیبایش اور اور اسباب کی نمود میں اُنکی برابری کرتے ہیں۔ پھر ان متوسطین کی نقل کا خبط ادنیٰ میں پھیلتا ہے۔ وہی مثل ہوتی ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی چال بھی بھولا۔ نمود و نمایش کی طغیانی اور ہمسری کی ہوس اُنمیں ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ ہزاروں کو تباہ و خراب کرتی ہے اور گدائی کراتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ کج فہمی ہے جو وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم کفایت شعاری کو بغیر رنج و تکلیف اُٹھانے کے نہیں اختیار کرسکتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے اُن ہزاروں شہادتوں کو ہندوؤں میں نہیں دیکھتے کہ نہایت کم آمدنی والے کیسی خوبی و کامیابی سے کفایت شعاری

کو نبھاتے ہیں۔ طمع و حرص و بخل کی وجہ سے دولت کا جمع کرنا اَوْر بات ہے اَوْر کفایت و انتظام کے سبب سے دولت جوڑنا اَوْر بات ہے۔ ان دونوں میں اختلاف ہے۔ منتظم کسی چیز کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ بخیل کنجوس کسی چیز کو خرچ نہیں ہونے دیتا۔ سب کو بچاتا ہے۔ کنجوس کی خوشی صرف دولت کے جمع کرنے میں ہے۔ منتظم کی خوشی ہے اپنے چین و آرام کے لئے روپیہ خرچ کرنے میں۔ اَوْر بعد اِس طرح کے جو بچے آیندہ زمانہ کے لئے جمع کرنے میں۔ حریص طامع عبد زر بنتا ہے۔ سونے کا بچھڑا بناکے اُسکے آگے سجدہ کرتا ہے۔ اُس کو اپنا خدا جانتا ہے۔ منتظم کفایت شعار زر کو اپنی اَوْر اپنے متعلقین کی خوشدلی کا آلہ اَوْر وسیلہ سمجھتا ہے۔ بخیل کی ہوس کبھی بھرتی نہیں۔ وہ دولت جوڑے چلا جاتا ہے جسکو کبھی خود خرچ نہیں کریگا۔ بلکہ اپنے پیچھے مسرفوں کو اُڑانے کے لئے چھوڑ جائیگا۔ برخلاف اسکے منتظم کفایت شعار دُنیا کے آرام اَوْر دولت کے ایک حصّے کے حاصل کرنے کا قصد کرتا ہے اَوْر اس سے غرض دَولت کا جوڑنا نہیں ہوتی۔ غرض بوڑھا ہو یا جوان اُسکا فرض یہ ہے کہ اپنی آمدنی کے خرچ کا منتظم ہو۔ اِس غرض سے نہیں کہ دولت کا ڈھیر لگائے۔ بلکہ اِس لئے کہ یہ تھوڑی سی بچت زندگی میں اپنے اَوْر بعد مرنے کے اَوْروں کی خوشدلی اَوْر بہبودی میں کام آئے ◆

کسی عمدہ مقصد کے لئے دولت بچانے میں کوشش کرنی گو اس میں

محرومی آخر کو ہو آدمی کو معزز کرتی ہے۔ فقط اس کوشش ہی سے آدمی میں یہ خوبیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ دِل خوب با قاعدہ ہوشیار منتظم ہوجاتا ہے فضول اور زیادہ خرچی پر فتح ہوتی ہے۔ بُرائیوں پر غالب ہونے سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ جذبات نفسانی مغلوب رہتے ہیں۔ تردد دُور ہوتا ہے راحت ملتی ہے۔ بچت کا روپیہ خواہ کِتنا ہی تھوڑا ہو وہ بہت سے آنسوؤں کو پونچھتا ہے۔ اِسکے بغیر جو رنج و دل سوختگی ہمکو گھیرتی وہ نہیں گھیرتی۔ جس شخص پاس تھوڑی پونجی بھی ہوتی ہے وہ ہلکے قدموں چلتا ہے اور اُسے دِل میں ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ خوشی کے مارے اُچھل اُچھل پڑتا ہے۔ جب اُس کا کام یا پیشہ چلنے سے تھم جاتا ہے یا کوئی اور آفت اُس کے سر پر آجاتی ہے تو وہ اُسے جھیل لیتا ہے۔ ایسے کڑے وقت میں یہ سرمایہ اُس کو سہارا دیتا ہے اور گرنے نہیں دیتا۔ ہوشیاری کے ساتھ منتظم ہونا آدمی کو معزز و مکرم بناتا ہے۔ زندگی راحت و آرام سے گذرتی ہے۔ پیرانہ سالی میں عزت و آبرو ہوتی ہے جب مہربان منتظم عالم کو اپنی جان وہ حوالہ کرتا ہے تو رُوح کو یہ تسکین ہوتی ہے کہ میںنے دُنیا میں اپنی سوسائٹی پر اپنا بار نہیں ڈالا۔ بلکہ اُس کی عزت و فخر کا سبب ہوا۔ اور اب جو دولت میں چھوڑے جاتا ہوں اگر اولاد میری پیرو ہو تو ساری عُمر فارغ البال خوش دِل۔ مستغنی اِس دولت سے رہ سکتی ہے ✦

آدمی کا سب سے اوّل فرض یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم میں اپنی ترقی کرے اَور اپنے تئیں سرافراز و سربلند کرے اَور اسی اثناء میں معقول ترکیبوں سے اپنے بھائیوں کی امداد کرے - امداد کرنے اَور کام کرنے کی بہت کچھ آزادی ہر متنفس کے اندر ہوتی ہے - جسکا ثبوت یہ ہے کہ ہم گرداگرد آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی میں جو آفات و مصائب و بلائیں پیش آتی ہیں اُس سے خوب لڑتے ہیں اَور فتح پاتے ہیں اَور اپنے تئیں ادنے حالت سے اعلےٰ حالت پر پُہنچاتے ہیں - مفلس سے تونگر ہو جاتے ہیں - ذلیل سے جلیل بنجاتے ہیں - گویا وہ یہ بتا رہے ہیں کہ دُنیا میں جید مستعد مستقل اپنے کام میں کِس طرح سرافراز ہوتے ہیں - اَور ترقی کرتے ہیں اَور پیش قدم ہوتے ہیں - یہ ایک امر واقعی ہے کہ انسانیت کی بزرگی - گروہوں کی شان و عظمت اَور قوموں کی قوّت اِن کے امتحانوں اَور مصائب و مشکلات کے مقابلہ کرنے اَور مغلوب کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے +

ایک شخص اپنا عزم مصمم کرلے کہ میں آگے بڑھوں گا اَور وہ قدم اُٹھا کے آگے رکھ بھی لے - یہ اوّل قدم بڑھانا آدھی لڑائی لڑنا ہے - اِس قدم بڑھانے سے وہ اَوروں کو آگے بڑھنے کا طریقہ ایسا تبلاتا ہے جو ممکن ہے اَور نہایت اچھا اثر رکھتا ہے - وہ خود ایک مثال بنتا ہے جو اپنا سبق پُر از فصاحت و بلاغت نہایت خندہ رو سے وہ سکھاتی ہے - جو کبھی الفاظ نہیں سکھا سکتے وہ اپنے عمل سے اَوروں میں تحریک اشتعال کی پیدا کرتا ہے وہ ایک ابتدا کرکے اَوروں کو

اپنی اصلاح اَور اپنی ترقی کرنیکا فرض سمجھتا ہے۔ اگر بہت سے متنفس اس کے
ہتے پر عمل کریں تو یک گروہ دانشمند اَور خوشحال پیدا ہوجائے گروہ افراد
سے مرتب ہوتا ہے۔ ان افراد ہی کی خوشحالی اَور بدحالی پر اس گروہ کی
خوشحالی اَور بدحالی موقوف ہوتی ہے +

ابتداء آفرینش سے یہ شکایت چلی آتی ہے کہ کل آدمیوں کی حالتیں
مساوی کیوں نہیں۔ سقراط نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ بہت
سے آدمی ایسے تونگر اور غنی ہوتے ہیں کہ اُن کے پاس کچھ بچ رہتا ہے
اَور بہت سے ایسے مفلس ہوتے ہیں کہ مایحتاج کو بھی محتاج ہوتے ہیں
اَور قرضدار رہتے ہیں۔ تو اس کا جواب دوسرے حکیم نے یہ دیا تھا کہ پہلی
قسم کے آدمی اپنے کاموں میں سراپا مصروف رہتے ہیں اَور دوسری قسم کے
آدمی اپنے کاموں میں غفلت کرتے ہیں +

آدمیوں کی عقلوں اَور رغبتوں اَور مستعدیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے
جن کی صفتیں نیک ہیں وہ اتفاقات کے بھروسہ پر کام نہیں کرتے۔ بلکہ
نیکی۔ ہوشیاری اَور عاقبت اندیشی کے آسرے پر کام کرتے ہیں۔ بیشک دُنیا
میں بہت سی ناکامیابیاں ہوتی ہیں۔ جو شخص اپنے اُوپر بھروسا کرکے
کام نہیں کرتا بلکہ اَوروں کی امداد کا آسرا چاہتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔
جو شخص ہمیشہ اسراف کیا کرتا ہے وہ بھی ناکام رہتا ہے۔ بخیل کنجوس۔
فضول خرچ۔ مُسرِف۔ ہمیشہ ناکامیاب ہوتے ہیں۔ بہت سے آدمی ہیں

وجہ سے بھی ناکام رہتے ہیں کہ وہ کامیابی کا استحقاق نہیں رکھتے - وہ اپنے کام کو غلط طریقہ پر چلاتے ہیں - اُور تجربہ سے خواہ اُن کو کسی قدر ہو اپنی ترقّی نہیں کرتے - قسمت پر جو لوگ بھروسا کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اِس میں کچھ نہیں رکھا - قسمت تو معاملات دُنیا کو خوش انتظامی سے کرنے کا نام ہے - ایک عاقل کہا کرتا تھا کہ میں کسی بدنصیب آدمی کو نوکر نہیں رکھتا - جس سے مطلب یہ تھا کہ میں اُس شخص کو نوکر نہیں رکھتا کہ وہ علمی لیاقتیں نہ رکھتا ہو - اُور تجربہ سے فائدہ نہ اُٹھاتا ہو - گذشتہ ناکامی آیندہ کی ناکامی کے لئے ایک پیشین گوئی ہوتی ہے +

بعض نہایت لایق اُور قابل آدمی منصوبہ وتدبیر سے ناآشنا ہوتے ہیں نہ وہ اپنی حالت کو زمانہ کے حالات کے مطابق بناتے ہیں نہ اُن کے اقتضا کو جانتے ہیں - چوڑی طرف سے آہنی میخ ٹھوکنے پر اصرار کرتے ہیں - وہ اپنے آگے دیواریں کھینچتے ہیں - جن پر اُن کے ہی سر ٹکراتے ہیں - وہ ایسی بڑی بڑی تیاریاں اُور پیش بندیاں کرتے ہیں کہ اُن سے اُنکا مقصود ہی مفقود ہو جاتا ہے - وہ خندق پر زقند اچھی طرح بھر کے پار جانے کے لئے اُس سے دُور اتنے چلے جاتے ہیں کہ جب وہاں سے بھاگتے آتے ہیں تو خندق کے ورے کے کنارے پر اُن کا دم ایسا بھر جاتا ہے کہ ہانپتے ہوئے دم لینے کے لئے وہاں بیٹھ جاتے ہیں +

دنیا میں کامیابی کی خواہش کرتی اُور دولت کے جوڑنے کی تمنّا رکھنی

اپنے فائدوں سے خالی نہیں۔ بے شک انسان کے دل میں جو یہ خواہش جگہ پکڑتی ہے تو وہ بُرے کاموں سے کہیں زیادہ بھلے کاموں کے لیئے ہوتی ہے۔ یہ خواہش قوم کے تو زاد کرنے اور نیا جنم لوانے کے آلات میں سے بڑا زبردست آلہ ہے۔ وہی ہر متنفس میں مستعدی اور چستی و چالاکی کی بنیاد جماتی ہے۔ جہاز رانی اور تجارت کی اولوالعزمیوں کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے۔ محنتی۔ جفاکش۔ غنی۔ ہونے کی افتاد اسی سے پڑتی ہے وہی آدمی کو محنت۔ ایجاد۔ برترو بہتر ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ کاہل اور مُسرف کبھی بڑے آدمی نہیں ہوتے دُنیا میں وہی آگے بڑھتے ہیں جو اپنے وقت کا ایک لمحہ ضائع نہیں کرتے۔ اور تحصیل علم اور علوم و فنون اور ایجادات سے سروکار رکھتے ہیں۔ شرائط زندگی میں بعض قسم کی محنتیں داخل ہیں۔ یہ بُت پرستوں کا بہت پُرانا خیال چلا آتا ہے کہ جو چیز عمدہ تھی اُس کی قیمت دیوتاؤں نے محنت مقرر کی ہے۔ یہی خیال تمام خدا پرستوں کو بھی رکھنا چاہیئے۔ ہم آگے تبلائینگے ہر ایک چیز کا مدار دولت کے جمع کرنے پر کس قدر ہے۔ ایک قبر پر نوجوان سوداگروں کی زندگی بسر کرنے کے لیئے یہ ہدایتیں لکھی ہوئی تھیں +

محنت شرائط زندگی میں سے ایک ہے۔

وقت زر ہے اسکا ایک لمحہ ضائع نہ کرو۔ اسکا حساب لیتے رہو +

تم تمام آدمیوں کے ساتھ وہ کام کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں +

کار امروز بر فردا مگذار۔
جو کام خود کرسکو دوسرے کو اُسے حوالہ نہ کرو۔
جو تمھارا نہیں ہے اُسکا لالچ نہ کرو۔
کسی چیز کو ایسا حقیر نہ جانو کہ اُس کو ایسا بھی نہ سمجھو کہ صرف اُسکی اطلاع ہوجائے
اُس چیز کو باہر نہ جانے دو جسکو اندر نہ لاسکو۔
کسی چیز کو خرچ نہ کرو مگر اپنی کمائی کو۔
اپنی زندگی کے کاموں کا نہایت اعلےٰ درجہ کے انتظام سے بندوبست کرو۔
اپنی زندگی کا محاسبہ اِسطرح لیتے رہو کہ اُس سے زیادہ تر اچھے ہی کام تم سے سرزد ہوں۔
جو چیز تمھارے تئیں آرام دے اُس سے اپنے تئیں محروم نہ رکھو مگر نہایت عزت و آبرو و سادگی اَور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی بسر کرو +
آخر دم تک محنت کئے جاؤ +
ایسا انتظام کرنا بہت سے آدمیوں کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ ایام نحوست و شامت کو اپنے اُوپر نہ آنے دیں اَور افلاس و ناداری کو پرے ہی روک دیں۔ یہ کام دو طرح سے ہوتا ہے ایک خاص اپنی ذاتی کوشش سے دوم اصُول مشارکت عملی کی وسعت دینے سے۔ جب بہت سے غریب مفلس تنگدست آپس میں ساجھی ہو جاتے ہیں اَور اپنے مقدور کے موافق سرمایہ کو یکجا کرکے کسی کام میں لگاتے ہیں تو بہت طرح سے افلاس کے

دباؤ سے اُن کا بچاؤ ہو جاتا ہے اور جسمانی بہبودی ہو جاتی ہے اور قومی ترقی بھی ہوتی ہے۔ ایک اکیلا آدمی اپنی ذاتی کوشش سے اپنے گروہ کی بہت تھوڑی ترقی کراسکتا ہے اور نہایت کم آگے بڑھا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے ہمجنسوں کو ساتھی بنا لیتا ہے تو بہت کچھ کام کرسکتا ہے۔ اجتماع میں بڑی مقدرت ہوتی ہے تمام مہذب ملکوں میں یہ ساری شائستگی اور تہذیب اجتماع کے اثر سے پیدا ہوئی ہے +

مِل صاحب لکھتے ہیں کہ حیوان سے جتنے زیادہ فائدے انسان کو حاصل ہیں وہ فقط اِسی سبب سے ہیں کہ اِنسان اپنے ہمجنسوں کو مجتمع کرکے بالاجتماع کوشش کرسکتا ہے کہ ہر متنفس کی جُدا جُدا کوشش سے ایسے کام تمام نہیں ہوتے جیسے کہ متعدد انفاس کے شریک ہوکر کوشش کرنے سے ہوتے ہیں +

مشارکت عملی قومی انکشاف کا بڑا گُر ہے۔ اسی کے وسائل سے معاشرت انسانی کے سارے مُشکل سوال عقدے معمے حل ہوتے ہیں۔ بھلے اور بڑے کام کرنے کے لئے ضرور ہے کہ آدمی بالاجتماع اپنی کوششوں میں مشارکت کریں۔ معاشرت کا بہترین نظم و نسق یہی ہے کہ عام بھلائی کے لئے کامل انتظام سب طرح کیا جائے +

مہذب مُلکوں میں متوسط درجہ کے آدمیوں نے اصول اجتماع و اتفاق کو بکثرت استعمال کرکے اپنی بڑی ترقی کی ہے۔ انگلستان کی قوت جو ایسی

جلد بڑھ گئی اُسکا سبب یہی ہے کہ وہاں جتنے آدمی مستعد اور چست و چالاک ہوتے ہیں وہ آپس میں متفق ہوکر بالاجتماع کام نہایت مستعدی اور حفاظت سے کرتے ہیں۔ اگر کوئی حملہ ہو تو اُسکے ہٹانے میں سب متفق نہایت مستعدی سے ہوتے ہیں۔ اگر کسی بُرائی کا دُور کرنا منظور ہو تو وہ سب مِلکر اُسکے دُور کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ تجارت کے لئے اشیاء صنعت بناتے ہیں۔ نہریں تیار کرتے ہیں ریلیں بناتے ہیں۔ گاس کمپنی بنانے اور بنک قائم کرنے اور بیمہ کی کمپنی بنانے میں غرض اِن سب کاموں کے واسطے وہ متفق ہوکر نہایت محنت و جفاکشی سے کام کرتے ہیں وہ اپنے تھوڑے تھوڑے سرمایہ کو جمع کرکے ایک بڑا سرمایہ بناتے ہیں اور پھر اُس سے کارہائے عظیم کو سرانجام دیتے ہیں +

انگلستان میں جو بڑے بڑے کارخانے تجارت صنعت بنج بیپار وغیرہ کے ہیں وہ متوسط درجہ کے آدمیوں کی مشارکت عملی اجتماعی کوشش کے نتیجے ہیں ساری جائنٹ سٹوک کمپنیاں۔ ریلوے۔ ٹیلیگراف۔ کاموں اور صنعتوں کے کارخانے متوسطین کی کمائی کی بچت کے جمع ہونے سے بنائے گئے ہیں۔ وہاں اونے درجہ کے آدمی بھی اپنی بساط کے موافق اُن متوسطین کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ سب متفق ہوکر کمانے اور بچانے میں کوشش کرتے ہیں اور اپنی کمائیوں کی بچتوں کو اکٹھا کرکے ساجھی ہوکر ایسے کارخانے جاری کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ آقا ہو جاتے ہیں +

افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں مشارکت عملی کا چرچا بہت ہی کم ہے ہم آپس میں ایک دوسرے کا اعتبار نہیں کرتے۔ آپس میں حسنِ ظن نہیں رکھتے۔ متفق ہوکر مشارکت عملی کے اصول کام میں نہیں لاتے۔ نہ جائینٹ سٹوک کمپنیاں نہ اوز قسم کی ایسی سوسائٹی یہاں ہیں۔ کچھ کچھ وہاں سُننے میں آتی ہیں جہاں تعلیم کا چرچا زیادہ ہے۔ جیسے بمبئی کلکتہ وغیرہ میں۔ اُن میں دُخانی کلوں کے کارخانے بہت ہیں۔ بعض شہروں میں کپڑے کاغذ وغیرہ بنانے کی کلیں جاری ہوئی ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ کلیں تو کسی کی تعظیم وتکریم کرتی نہیں۔ وہ تو اپنی خدمتگذاری اوز نفع رسانی میں کچھ تعصب نہیں رکھتیں۔ انگریز اوز ہندوستانیوں دونو کو فائدہ پہنچانے میں یکساں ہیں۔ مگر وہ یہ چاہتی ہیں کہ ہم جسکی خدمت کریں وہ ہمارا درست طور پر استعمال کرنا اوز ہماری قوتوں کا علم کما حقہ جانتا ہو۔ سو ہم کو نہ اُن کا استعمال ٹھیک طور سے آتا ہے نہ اُنکے قواء کا علم جانتے ہیں۔ غرض اِس مُلک کی دولت کی ترقی جبتک نہیں ہوسکتی کہ ہم میں مشارکت عملی کا اصول نہ جاری ہو اوز اجتماعی کوشش کا رواج نہ ہو۔ اجتماع میں ساری قوتِ قومی ہوتی ہے +

ہماری غرض کمائی میں سے بچانے اوز بچت کے جوڑنے سے کسی کا بخیل اوز کنجوس بنانا مدِنظر نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ بچت اُس وقت کام آئے کہ ہاتھ پاؤں کام کرنے سے جواب دیں۔ جیسے کہ بڑھاپے

اور بیماری میں یا بعض اور حادثات کی حالت میں۔ سوا اس کے ان بچتوں کو یکجا جمع کرکے ہم سب متفق ہوکر بالاجتماع ایسے کارخانے جاری کریں کہ جس سے تمام خلائق کو فائدہ پہنچے اور اس بچانے کی عادت کے سبب سے فضول خرچیوں اور برائیوں سے ہم بچیں +

باب پنجم

انتظام خانہ داری کے لئے جان کا بیمہ کرانا

مہذب ملکوں میں شارکت عملی کی دو ایسی صورتیں ہیں کہ جنکو ہم ہندوستانیوں نے ابتک انگلی بھی نہیں لگائی۔ ان میں سے ایک لائف ایشیورنس ہے یعنے جان کا بیمہ کرانا۔ اس میں بیمہ کرانے والے کے بال بچوں کے گذارہ کا انتظام بعد اس کے مرنے کے کیا جاتا ہے + دوسرے فرینڈلی سوسائٹی (انجمن دوستانہ) ہے جسمیں غریب اہل حرفہ و پیشہ وروں وغیرہ کے اہل و عیال کے گذارہ کا انتظام بعد ان کے مرنے کے اسطرح کیا جاتا ہے کہ کچھ روپیہ ان کو دے دیا جاتا ہے۔ پہلا انتظام اعلےٰ و متوسط طبقوں سے اور دوسرا ادنےٰ طبقہ سے متعلق ہے +

مُدتیں چاہئیں کہ آدمی اپنے متعلقین اور وابستگان کے لئے اِتنا رُوپیہ
بچاکر جوڑے کہ ان کے گذارہ کے لئے کافی ہو۔ جو سرمایہ اِس کام کے
لئے جمع کیا جاتا ہے اُس میں اندیشہ ہمیشہ یہ لگا رہتا ہے کہ وہ کسی
خرچ میں نہ آجائے۔ اکثر آدمی موت کو اپنے سے دُور سمجھتے ہیں۔ جانتے
ہیں کہ جو روپیہ اپنی جمع پُونجی میں سے خرچ کیا ہے اُسکے پھر جمع کرنے
کے لئے ہم جیتے رہینگے اور اس سے زیادہ جوڑ لینگے۔ اِس لئے روزانہ و
ہفتہ وار و ماہوار بچت کے جمع کرنے پر اعتماد نہیں ہوسکتا کہ وہ اہل
و عیال کے گذارہ کے لئے کام آئیگا +

لایف ایشیورنس سوسائٹی (جان بیمہ کرنے کی سوسائٹی) میں جو شخص
شریک ہوتا ہے تو وہ اپنی حالت کے موافق جو اکثر مختلف ہوتی ہیں
اپنی سہ ماہی کی بچت کو اِس سوسائٹی کے فنڈ میں جمع کرکے بیمہ کراتا
ہے جسکو وہ اپنے مطلب کے لئے کافی جانتا ہے۔ بس جسوقت اوّل
ماقبل قسط کو وہ ادا کرتا ہے تو اُس کا پُورا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر
اِس اوّل قِسط کے بعد ہی دوسرے روز مرجائے تو جسقدر سرمایہ کے
لئے بیمہ کرایا گیا ہے وہ اُس کے بیوی بچوں کو ملجائیگا۔ مثلاً ایک شخص
یہ چاہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بیوی بچوں کے گذارہ کے
لئے دس ہزار رُوپیہ کافی ہوگا تو وہ اپنی جان کا بیمہ اس طرح کرائیگا
کہ وہ اڑتالیس رُوپیہ سال تادم مرگ دیا کرے تو مرنے کے بعد اُسکے

اسکے بیوی بچوں کو دس ہزار روپیہ ملجائینگے - اب وہ دوسرے ہی روز پہلے سال کی قسط دینے کے بعد مرگیا تو اُس کے بیوی بچوں کو دس ہزار روپیہ ملجائینگے - اور اسطرح ایک ہی قسط میں اُسکا اپنا مقصد حاصل ہوجائیگا اگر وہ دس ہزار روپیہ جوڑتا تو مدتوں میں جڑتے اور اُنکے خرچ ہوجانیکا بھی اندیشہ تھا
اس انتظام سے سوائے اِس کے کہ آدمی اپنے پس ماندوں کے گزارہ کے فکر سے چھوٹ جاتا ہے اُسکے اخلاق میں یہ تحریک بھی ہوتی ہے کہ وہ منتظم و مآل اندیش ہونے کو اپنے اُوپر فرض جاننے لگتا ہے - یہ نیکیاں اس جان کے بیمہ کی بدولت ہی عمل میں آتی ہیں اور اُس کے بڑے صلے ملتے ہیں - اس کا ادنے فائدہ ایک یہ ہے کہ جب کوئی ہوشیار بیماری کے بستر پر پڑتا ہے یا موت اُس کے پاس آنے کو ہوتی ہے تو اُسکے دل میں یہ اطمینان اور تسلی ایسی ہوتی ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑتا کہ میرے مرنے کے بعد اُن کا گذارہ نہ ہو کہ وہ اپنے یگانوں عزیزوں پر اپنا بوجھ ڈالیں یا بیگانوں سے بھیک مانگیں - یا محتاج خانوں اور خیرات خانوں میں پڑے پھریں - یہ تسلی اُس کے مرض کی تکلیف کو کم کرتی ہے اور دوا کا کام دیتی ہے برخلاف اسکے اگر یہ خیال ہو کہ معلوم نہیں میرے مرنے کے بعد بیوی بچوں کا کیا حال ہوگا اُن کا گذارہ معلوم نہیں کس طرح ہوگا - کوئی اُنکے سر پر ہاتھ دھریگا یا نہیں - تو اِس سے دل پر صدمہ ہوتا ہے اور مرض دُگنا ہوتا ہے -

عورتوں کی طرح روتا ہے بہت سے آدمیوں کو ہم سنتے ہیں اور بعض کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گردہ میں نہایت جفاکش اور فیض رسان ہوگئے۔ مگر جب مرگئے تو اپنے بیویوں بچّوں کو ایسا مفلس چھوڑ گئے کہ نہ پیٹ کو روٹی ہے نہ بدن پہ کپڑا ہے۔ اُنھوں نے آمد و خرچ برابر رکھا۔ خرچ کو آمد سے نہیں بڑھایا تونگرانہ زیست بسر کی۔ عالی شان مکانوں میں کرایہ دیکر رہے۔ اُونچے اُونچے آدمیوں سے برابر کی ملاقاتیں رکھیں میلوں نمایشوں میں تفریح کے لئے گئے۔ اُنھوں نے اپنے بچّوں کی تربیت ایسی کی کہ جس سے اُن کو معززانہ زیست کا خیال پیدا ہوا۔ موت اُن کو آگئی اب بتایئے کہ بال بچّوں پہ کیا گذری؟ باپ نے ایسا انتظام کسی قسم کا نہیں کیا کہ اُن کے مرنے کے بعد اولاد کا گذارہ ہوتا۔ اگر وہ اپنی آمدنی سے بچاکر دو ڈھائی سو روپیہ سالانہ لائف ایشیورنس سوسائٹی کو دیتے تو بیواؤں اور یتیموں پہ کیوں روز نحوست یہ آتا کہ دِوالہ نکالے بیٹھے ہیں +

ایسا طریقہ فقط بدتعلمی و ناعاقبت اندیشی ہی نہیں ہے بلکہ نہایت درجہ کی بے رحمی اور سنگدلی ہے۔ دُنیا میں جو شخص کنبے کے وجود ظاہری کا سبب ہو اور وہ اُن میں نفیس مذاق پیدا کرے اور آسایش اور آرام کا عادی بنائے تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکا سامان اپنے پیچھے چھوڑے۔ اگر یہ ساری باتیں اُسکے کنبے کے لئے ہو جائیں تو اُن پہ کیا نحوست و شامت آئے گی کہ کیا وہ اپنے گزارہ کے لئے خدمت گاری کریں۔ جوتیاں اُٹھائیں چلمیں

بھریں - یا کسی کارخانہ میں بیٹھیں - کوئی ذلیل کام سیکھیں - یا جیلخانہ میں جائیں - یا گلیوں میں بھیک مانگیں - رشتہ داروں کے دست نگر ہوں - چندہ و خیرات کے متوقع ہوں - ایسی حالتوں کے پیدا کرنے والے اپنے گروہ کے اور اُن کم نصیب مصیبت زدوں کے بڑے قصوروار ہیں - یہ سچ ہے کہ ہمارے ملک میں زیادہ تر آدمی ایسے ہیں کہ وہ جان کے بیمہ کرانے مقدور نہیں رکھتے - مگر جنہیں مقدور بھی ہے وہ روپیہ کو اور طرح سے بنج بیپار سود بٹے میں لگاتے ہیں - یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ زندگی کا بھروسہ ہو نہیں سکتا ہے - موت اس سے پہلے آجائے کہ اہل عیال کے لئے سرمایہ کافی جمع ہو +

جان کے بیمہ کرانے میں یہ خوبی ہے کہ خاطر جمع رہتی ہے کہ اولاد کے کافی گذارہ کے لئے سرمایہ ہماری موت کے ساتھ موجود ہے - خواہ موت کسی وقت آئے - بیمہ کرانے والوں کا اوسط عمر یکساں یوں ہو جاتا ہے کہ جو جلد مر جاتے ہیں اُن کا کنبا اُن کے روپیہ سے فائدہ اٹھاتا ہے جو دیر کر مرتے ہیں - مگر اس وجہ سے اُن زیادہ جینے والوں کو افسوس نہیں کرنا چاہیے کہ بیمہ کرنے والے ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اہل و عیال کو اتنا روپیہ نہیں دینگے جتنا ہم خود جوڑ کر اُن کے واسطے چھوڑ جاتے - اسلئے کہ اُن کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ اگر یہ روپیہ ہماری تھیلیوں میں ہوتا تو معلوم نہیں ہم اس میں سے کتنا کھا پی جاتے - یا فضول کاموں میں

خرچ کر ڈالتے۔ جب آدمی کے پاس روپیہ ہوتا ہے تو وہ اُسکے اُٹھانے میں
بہت پس و پیش نہیں کرتا۔ جب آگ سے جلنے اَور پانی میں ڈوبنے کے
خوف سے مال کا بیمہ کرایا جاتا ہے تو جان کا بیمہ بیماری اور مرگ ناگہانی
کے خوف سے کیوں نہ کرایا جائے۔ جیسے مال کے آگ اَور پانی سے تلف
ہونے کے احتمالات ہیں۔ اس سے زیادہ جان کے تلف ہونیکے احتمالات
ہیں۔ غرض جو دلائل اول کے لئے ہیں وہی دلائل دوم کے لئے بلکہ اس
سے زیادہ۔ اَور جیسی دنیاوی مآل اندیشی اوّل میں ہے اُس سے زیادہ
دوم میں ہے۔ اِس لئے کہ یہ آدمی کا فرض ہے کہ حتی الامکان وہ
اپنے مرنے کے بعد بیوی بچوں کے گذارہ کا سامان چھوڑ جائے۔ زندگی
میں یہ فرض ہے کہ خاوند بیوی کے لئے۔ باپ اولاد کے لئے روزانہ روٹی
کپڑے اَور گذارہ کا انصرام کرے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد یہ فرض ہے کہ
وہ اُن کو بیچارگی اَور مفلسی اَور تنگدستی میں نہ چھوڑ جائے۔ کچھ نہ کچھ اُن
کے گذارہ کے لئے سرانجام کر جائے۔ اس مقصد کے واسطے سب سے
زیادہ عمدہ معقول و فائدہ مند تدبیر جان کے بیمہ کرانے کی ہے۔
سو کیجائے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں اسکا رواج نہیں ہے۔ بہت
ہی تھوڑے ہندوستانی ایسے ہونگے جنھوں نے جان کا بیمہ کرایا ہو۔ جو
فراغ البال اَور اطمینان مرنے کے بعد اولاد کے گذارہ کی جان کا بیمہ کرانے
میں ہے وہ کبھی اَور صورت میں نہیں ہے ✤

اب دوسری قسم مشارکت عملی جسکا اوپر بیان ہوا فرینڈلی یا بینی فٹ سوسائیٹی (دوستانہ یا فائدہ پہنچانے والی انجمن) ہیں۔ یہ انجمنیں اپنی مشارکت عملی سے فائدۂ عام خلقت عامہ کو یوں پہنچاتی ہیں کہ وہ غریبوں سے قلیل چندہ لیتی ہیں۔ جس سے اِن غریبوں میں کفایت شعاری کی عادت پڑتی ہے اور فضول خرچی کی آفت سے وہ بچتے ہیں اور جب چندہ دینے والے مرجاتے ہیں تو اُن کے بال بچوں بیواؤں کو وہ کچھ روپیہ دیدیتے ہیں۔ ایسی انجمنوں کا نام بھی ہمارے مُلک میں کوئی نہیں جانتا جنسے کہ مہذب ملکوں کے عوام الناس نہال اور مالامال ہو رہے ہیں۔ غرض ہمارے ہاں مشارکت عملی کے سرمشتے کارخانے چل نہیں سکتے۔ اِس لئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا اعتبار نہیں کرتے۔ باہم حسن ظن نہیں رکھتے باہم مشارکت عملی میں تندہی نہیں کرتے۔ کیسی ہی راستی صدق دلی سے بات کیجائے ہم اُس پر بدگمانی ضرور کرتے ہیں۔ آپس میں رشک و حسد بہت ہے۔ کسی کام میں دوسرے کا فائدہ دیکھ نہیں سکتے۔ اجتماعی قوت کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اُس کو افتراق سے ضعیف و ناتوان کرتے ہیں۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا ہی بنانی چاہتے ہیں۔ اس لئے ہماری خانہ داری کے انتظامات مہذب ملکوں سے نہیں ہوسکتے۔ جبتک ہم اِن سببوں کو اپنے سے دُور نہیں کرینگے اور متفق ہوکر بالاجتماع سعی و کوشش کی عادت نہ ڈالینگے۔ کبھی دولت کمانے کا انتظام اچھی طرح نہیں کرسکینگے +

باب ششم

سیونگس بنک

(بنک جس میں آمدنی کا روپیہ جمع کیا جائے)

(۱) میں چاہتا ہوں کہ سارے آسمان پر سونیکے حرفوں میں یہ ایک لفظ لکھ دوں "سیونگس بنک"+

(۲) غریب آدمیوں کی امداد کا اس سے بہتر کوئی گر نہیں ہے کہ انہیں اپنے حال کے بہتر کرنے کی لیاقت پیدا کردی جائے +

(۳) اَے کاہل آدمی چیونٹی کے پاس جا اُس کی روشیں دیکھ اور دانش حاصل کر باوجودیکہ اُسکا کوئی سردار اور نگراں اور حاکم نہیں۔ ورد کے وقت وہ اپنے واسطے خوراک جمع کرتی ہے اور گرمی کے موسم میں اُسے کھاتی ہے+

کہتے ہیں کہ ہر ایک گھر میں ایک قاق پنجر ہوتا ہے اور وہ مقفل رہتا ہے اور بہت سی گنجینوں میں چھپا رہتا ہے۔ بہت ہی کم وہ دکھائی دیتا ہے۔ اس سے گھر کے رہنے والے جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ مگر یہ قاق پنجر بہت دنوں تک اپنے تئیں چھپا نہیں سکتا۔ کسی نہ کسی طرح سے اُسکو اپنے تئیں ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہ قاق پنجر کیا ہے؟ اکثر افلاس۔ بڑی تکلف سے آدمی دنیا سے آدھی دُنیا افلاس کو چھپاتی ہے۔ جب کوئی چیز جمع نہیں کیجاتی کہ

وہ بیماری کے وقت کام آئے۔ بڑھاپے کی تکالیف میں تخفیف کرے تو یہ افلاس جو فاقہ پنجر کے بھیس میں چھپا ہوا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ جب کسی ملک میں تجارت و بیچ بیپار کا بازار گرم ہو کے مندا پڑ جائے تو ہزاروں آدمی بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے پہلے دنوں کے پھر آنے کی دعا بیٹھے مانگا کرتے ہیں۔ مگر اس اثناء میں ان کا گذارہ کس طرح ہوتا ہے؟ اگر ان کے پلے کچھ نہیں ہے اور کچھ سرمایہ بچا کر جمع نہیں کیا تو وہ اپنی پہلی حالت کی بنسبت بالکل محتاج ہونگے۔ ان کی امداد کے واسطے بیچ قارون بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ بس ایسے وقت میں تو گذارہ فقط اس بچت سے ہو سکتا ہے جو کام کے چلنے کے وقت وہ جوڑیں۔ اس بچت جوڑنے میں گو کیسا ہی قلیل فائدہ کا احتمال ہو۔ مگر اس سے نقصان ذرا سا بھی نہیں ہے یہ بچت اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ قفل میں بند کر کے رکھی جائے یا اس سے کوئی بڑی تجارت کی جائے۔ بلکہ وہ فقط اس لئے ہوتی ہے کہ جب بدنصیبی کے دن ستائیں تو وہ جمع ہاتھ تلے ہو جس سے سر دست برے دن بھلی طرح کٹ جائیں۔ نہ ہم روپیہ کی قدر فی نفسہ کرتے ہیں۔ نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آدمی ممسک اور بخیل ہو کر روپیہ جوڑا کرے۔ بلکہ ہم اپنے روپیہ کو تو اپنی زندگی بسر کرنے کا۔ آسایش و آرام کا۔ دیانت کے ساتھ مستغنی ہونے کا ذریعہ اور توسل سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ہم ہر عورت و مرد کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ابتدا ہی سے اپنی آمدنی کے ایک حصہ کو بچا کر روزانہ یا ماہانہ

جمع کیا کرے جس سے محتاجی و دریوزہ گری اَور اوروں کی دست نگری کا خوف جاتا رہے۔ ہر فرقہ کے عورت مرد اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔ اُن کو اپنے اُوپر آپ بھروسا کرنا چاہئے اَوروں کا نہیں ہونا چاہیئے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنی جیب میں ایک پیسے کا ہونا دربار شاہی میں ایک دوست کے ہونے سے اچھا ہوتا ہے۔ اوّل مرتبہ ایک پیسے کا بچانا دُنیا میں ایک قدم بڑھانا ہے۔ اِس بچانے سے آدمی کی کسر نفسی تامل اندیشی ہوشیاری دانشمندی ظاہر ہوتی ہے۔ اِس سے خوشدلی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اَور غنی ہونے کی بسم اللہ پڑھی جاتی ہے +

ڈاکخانوں کے سیونگس بنک کا نام سارے ہندوستان میں خاص و عام میں مشہور ہے۔ اصل اِس کی یہ ہے کہ اٹھارھویں صدی کے آخر میں انگلستان کے ایک پیرش میں ایک شریف عورت آسودہ حال مریم خصال کو یہ سوجھی کہ غربا کے بچوں میں جُز رسی اَور کفایت شعاری پیدا ہو اِس نظر سے اوّل بنک اِس قسم کا اُس نے قایم کیا۔ پھر ایک پادری صاحب نے اس کی کامیابی دیکھ کر ایک بنک سنہ ۱۷۹۹ء میں کھڑا کیا اَور اس کا یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو غریب آدمی اُن کے علاقہ کا اس بنک میں رُوپیہ جمع کریگا اُس کو بڑے دِن کے دِن کُل رُوپیہ جمع کیا ہوا اَور اُس کے ساتھ اُس جمع کی تہائی اَور اضافہ کرکے دیجائے گی۔ غرض جب اس بنک کو بھی کامیابی ہوئی تو سنہ ۱۸۰۸ء میں چند شریف مستورات نے ملکر ایک اَور بنک اِس قسم

کا غریب مزدوروں پیشہ وروں کے لئے کھولا۔ غرض مذہبی خیال سے ایسے بنک قائم ہوتے ہے کہ جن کے سبب سے غربا میں جز رسی اور کفایت شعاری کی نیک بہت پڑی اور شراب خواری اور اسراف کی بری عادت چھوٹی قاعدہ ہے کہ بہت سے مزدور اور غریب آدمی علمار مذہبی کے دلائل عمیق کو نہیں سمجھتے۔ مگر ایک تھوڑے عقل والے آدمی کو کوئی بات ایسی سمجھاؤ کہ جس سے اسکی بہبودی اور اسکے گھر کی بہتری ہو تو وہ سمجھ جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے لگتا ہے۔ چار پیسے ہاتھ لگنے کی بات کوئی سمجھاتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ غربا بنک میں روپیہ جمع کرنے کی بات کو جلد سمجھ گئے اور اس سے فائدے اٹھانے لگے۔ پادریوں کی کوشش سے بہت بنک قائم ہوگئے اور غربا کو مآل اندیشی اور خانہ داری اور خوش نظمی سکھانے لگے۔ پادری بھی یہ سمجھنے لگے کہ اس قسم کے بنک بنانے کا کار خیر اور طرح کی خیرات مبرات سے اچھا ہے۔ ان کے سبب سے لاوارث بیواؤں اور یتیموں کو خیرات خانوں میں پالنا کم پڑتا ہے۔ رفتہ رفتہ ان بنکوں نے وہ رونق پائی کہ وہ ایک قومی معاملہ ہوگیا اور اس کی بابت سنہ ۱۸۱۷ء میں ایک قانون گورنمنٹ سے پاس ہوا۔ پھر اس طرح کے بنک سپاہ کے لئے سنہ ۱۸۴۲ء میں جدا مقرر ہوئے۔ جس سے سپاہیوں کو اپنی آیندہ حالت کے بہتر کرنے کا شوق ایسا پیدا ہوا کہ وہ لاکھوں روپئے بنک میں جمع کرنے لگے۔ ایام غدر سنہ ۵۷ء کے بعد

ہندوستان سے جو پلٹنیں گوروں کی ولایت کو گئیں اُن کے لاکھوں رُوپئے اُن بنکوں میں جمع تھے۔ اوّل اوّل سپاہی اور مزدور ان بنکوں میں روپیہ جمع کراتے ہوئے جھجکتے تھے۔ سپاہی تو اس لئے کہ کہیں ہماری بچت گورنمنٹ دیکھ کر تنخواہ کم نہ کردے اور مزدور کاریگر اس لئے کہ کارخانےدار ہماری بچت کو دیکھ کر مزدوری نہ کم کردیں۔ پھر یہ خوف جاتا رہا۔ روز بہ روز ان بنکوں کی اور وسعت ہوئی اور پنی بینک قائم ہونے کہ انہیں نہایت غریب آدمی ایک پنی کو جو سب سے کم قیمت سکّہ تانبے کا ہے جمع کیا کریں اس قسم کے بنک بہت جلد پھیل گئے۔ غرض یہ بنک غربا کی تھیلیاں بنگئے کہ جن میں وہ اپنے رُوپئے پیسے ڈالتے اور سُود سمیت انھیں نکالتے۔

یہ بڑی مشکل بات ہے کہ جوانوں کو کوئی نئی بات سکھائی جائے خصوصاً مسرفوں کو کفایت شعاری سکھائی جائے۔ وہ اپنے بودوباش کے طریقوں میں پکے ہو جاتے ہیں۔ پُرانی ریت رسموں کے موافق خرچ کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں اسکے چھوٹ جانے کو وہ اپنی بعزتی سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ جو کچھ کماتے ہیں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ جب محتاج ہوجاتے ہیں تو بھیک مانگنے سے بھی ننگ وعار نہیں رکھتے اس لئے کہ اُن کے دل میں شرافت اِنسانی کا جوہر پوری طرح سے نہیں پیدا ہوتا۔ مگر یہ بات جو جوانوں میں ہوتی ہے بچّوں میں نہیں ہوتی۔ ان میں پہلی عادتیں کوئی نہیں ہوتیں جنکو دُور کرنا پڑے۔ وہ ہی کام کرنے لگتے ہیں جو

سکھاؤ۔ بس اُن کو انتظام خانہ داری اُسی وقت سے سکھانا چاہیئے کہ وہ حساب شروع کریں۔ بچوں کے پاس کچھ پیسے ہوا کرتے ہیں معلم کو چاہیئے کہ وہ اُن کو سکھائے کہ اُن پیسوں کے جوڑنے سے کیسی اُن کو خوشی حاصل ہوگی اور اُن کے دل میں ایسا شوق پیدا کردے کہ وہ سیونگس بنک میں اُن پیسوں کو جمع کرانے کے لئے ایسے خوشی خوشی جایا کریں۔ جیسے سودا بیچنے والوں کی دکانوں پہ سودا خریدنے جاتے ہیں۔ غرض جب اِس طرح بچوں کے رُوپیہ بچانے کی تعلیم ہوگی تو اُن کے واسطے ایسے اسباب بھی مہیا کرنے چاہئیں کہ وہ اِس بچت کو آسانی سے جمع کیا کریں۔ اِس لئے اُن کے واسطے یہ سیونگس بنک اور پنی بنک اور قومی بنک مقرر کئے جائیں کہ اُن میں وہ رُوپیہ بآسانی جمع کریں۔ جسکی محافظ اور سُود دینے والی گورنمنٹ ہو۔ پھر اور غریبوں کی بچت کے جمع کرنے کے لئے یہ آسانی کی گئی ہے کہ منی آرڈر کا قاعدہ جا بجا رکھا گیا ہے کہ جسکے ذریعہ سے آدمی دُور سے اپنے رُوپے کو بنک میں بھیج سکتا ہے۔ غرض اگر اِن بنکوں کی تمام تاریخ لکھی جائے تو ایک دفتر چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انگلستان میں اِس قسم کے ہزاروں بنکوں میں لاکھوں حصّہ دار۔ کروڑوں رُوپیہ جمع کرنیوالے ہیں۔ اور بنک میں ان کے سبب سے ادنے طبقہ کے آدمی نہال ہوگئے۔ جس آدمی کو بنک سے اُسکے حساب کی بہی ملتی ہے وہ گویا اُس کی تاریخ ہوتی ہے۔ جسکو اور کنبے والے پڑھکر جزرسی اور کفایت شعاری کا سبق لیتے ہیں۔

جس سے ان میں طرح طرح سے نیک اطوری پیدا ہوتی ہے۔اب ہمارے
مُلک کا حال سُنیئے کہ پہلے زمانہ میں اکثر انقلابات اوَر حادثات واقع ہوتے
رہتے تھے۔اِس لئے دولت کے سلامت رہنے پر اطمینان نہیں ہوتا تھا۔
یہاں اعلےٰ و متوسط طبقہ کے آدمی تو زمین میں دولت کو دبا کے رکھتے
تھے۔یا جواہر خرید لیتے تھے کہ ان کا بھی چھپانا اوَر دبکانا آسان تھا۔
ادنےٰ طبقہ میں جو کفایت شعار جوڑو ہوتے تھے وہ کوئی گائے۔بھینس۔
بکری۔بھیڑ۔یا کوئی قطعہ زمین خرید لیتے تھے۔دُودھ۔گھی۔چھاچھ کو اوَر
زمین کی پیداوار کو اپنے رُوپیہ کا سُود سمجھ لیتے تھے۔جو لوگ رُوپیہ کو
سُود پر چلاتے ہیں۔ان کو ہمیشہ قرض لینے والے ایماندار تو ملتے نہ تھے۔
اِسواسطے مُول بیاج کے مارے جانے کا خوف رہتا تھا۔برٹش گورنمنٹ
نے اِس خیال سے کہ غریب رعایا اپنے رُوپیہ کو نہایت حفاظت سے رکھ
سکے اوَر سُود بھی حاصل کرسکے اوَر جسوقت چاہے اپنے رُوپیہ کو واپس
لے سکے۔جا بجا سارے مُلک کے ڈاکخانوں میں سیونگس بنک مقرر کردیے
ہیں۔جس میں ہر شخص اپنے رُوپیہ کو امانت رکھنے کا اختیار رکھتا ہے۔
جو شخص رُوپیہ امانت رکھتا ہے اُسکو ایک کتاب ڈاکخانہ سے ملجاتی ہے۔
جس میں اُسکی امانت کے رُوپیہ کا حساب رہتا ہے۔وہ خود یا کوئی اوَر
شخص جسکو وہ چاہے امانت کے رُوپیہ کو واپس لے سکتا ہے۔ہر شخص
کم از کم چار آنے اوَر زیادہ سے زیادہ دوسو رُوپیہ تک ایک سال میں

جمع کر سکتا ہے۔ اور حساب کو ایک مقام کے سیونگس بنک سے دوسرے مقام کے سیونگس بنک میں بغیر خرچ کے تنقل کرا سکتا ہے۔ گورنمنٹ اِس رُوپیہ کی ذمّہ دار ہو جاتی ہے۔ پونے چار رُوپیہ سینکڑہ سالانہ کے حساب سے سُود دیتی ہے +

غرض اِن بنکوں نے ہزاروں آدمیوں کو رُوپیہ جوڑنے کا چسکا مُنہ کو لگا دیا ہے۔ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں کہ اگر یہ بنک نہ ہوتے تو ایک پیسا اُنکے پاس نہ ہوتا۔ اب ہزاروں رُوپے اُن کے پاس ہیں۔ اِن بنکوں سے فائدہ اُٹھانے میں مسلمانوں کو بڑی دُشواری پیش آتی ہیں۔ اِس مُلک میں پانچ کروڑ کے قریب مسلمان رہتے ہیں۔ اکثر اُن میں وحشیوں کی طرح اوقات بسر کرتے ہیں جو ہاتھ میں آتا ہے اُسے کھا جاتے ہیں۔ رُوپے بچانے کا خیال اور آیندہ کا فکر بہت کم رکھتے ہیں۔ اپنے لئے نہ اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی سرمایہ جمع کرتے ہیں جو وہ بنک میں جمع کریں۔ دوم مذہبًا اُن کو سُود لینا حرام ہے۔ جب اُن کو کوئی صُورت حلال رُوپیہ کمانے کی نہیں مِلتی تو وہ مجبُور ہو کر اس حرام صُورت کو اختیار کرتے ہیں۔ جس سے اُن کی قوم میں عزت کم ہو جاتی ہے مگر ایسے لوگ گدائی اور محتاجی کی ذلت سے اور اوروں پر اپنے خرچ کے بوجھ ڈالنے کی بیحیائی سے بچ جاتے ہیں جو سُود کھانے سے بہت زیادہ گناہ اور بدتر کام ہیں۔ گو لوگ رِبا خواری کی برابر اُن کو بُرا نہیں سمجھتے

مرد تو خیر کچھ مذہبی بہانہ و تاویل بنا بنا کے سُود کو حرام سے حلال بنا بھی لیتے ہیں۔ مگر عورتیں اِس سُود کو سُور سے زیادہ حرام جانتی ہیں۔ عورتوں کو گھر کے انتظام میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ گو خانہ داری کی باگ مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مگر وہ مُڑتی اُس طرف ہے جس طرف عورتوں کی مرضی ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ عورتیں جو چاہیں مردوں کو بنالیں۔ بعض مرد تو ایسے زن مُرید ہوتے ہیں کہ حُکم زوجہ بہ از حُکم خدا جانتے ہیں۔ غرض مُدمیں چاہییں کہ غریب مُسلمان اِن بنکوں سے فائدہ اُٹھائیں اَور اُن کے بچے اِن بنکوں میں اپنے پَیسے جمع کرانے اِس طرح جائیں۔ جیسے کہ اب حلوائیوں کی دُکانوں پر ثقیل مٹھائیوں کے خریدنے کے لئے جاتے ہیں۔ اَور کھاکر پیٹ میں خلل پیدا کرتے ہیں اَور ماں باپوں کو بھی اِس سے تکلیف دیتے ہیں۔ گو مسلمان یہ دل سے دعا مانگیں کہ ہماری اَولاد کے لئے ایسا دِن کبھی نہ آئے کہ وہ بنک میں رُوپیہ جمع کرا کے سُود خوار بنیں۔ مگر آخر بھیک کہاں تک مانگینگے۔ اَور کب تک ایسے بے حیا بینگے کہ بھیک کے ٹکے کو بنک کے سُود کے دو روپے سے اچھا جانینگے۔

باب ہفتم

چھوٹی چھوٹی چیزیں یعنی جزئیات

(۱) چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بڑے مجموعوں سے چین آرام امن امان

پیدا ہوتا ہے اوٗر گھر میں جزئیات کی خبرداری جو زوجہ و دختر و عزیز کریں اُس سے پاک خوشیاں پیدا ہوتی ہیں +

(۲) اگر تم یہ جانو کہ کہاں خرچ کرنا چاہیے اوٗر کہاں بچانا چاہیے اوٗر کب خریدنا چاہیے تو تم کبھی بھوکے ننگے نہ ہوگے +

(۳) جو شخص جزئیات کی خبر گیری کو ذلت جانتا ہے وہ خود شکستہ ہوکر تباہ ہو جاتا ہے +

جزئیات کو حقیر جاننا ایسا پہاڑ ہے کہ جسپر سے نوعِ بشر کا ہم غفیر گر کر پاش پاش ہوتا ہے — انسان کی زندگی چھوٹے چھوٹے واقعات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جن میں سے ہرایک بجائے خود بڑی بات نہیں ہوتی مگر ہر آدمی کی خوش دلی اوٗر کامیابی ان جزئیات کی خوش اسلوبی سے پیدا ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو معوزانہ کرنے سے خصلت پیدا ہوتی ہے۔ جزئیات ہی کے توجہ کرنے سے آدمی کو اپنے کام میں کامیابی ہوتی ہے۔ گھر میں جزئیات کی خوش انتظامی کا نتیجہ راحت ہوتا ہے۔ اسی طرح اچھے گورنمنٹ کا انتظام ہوتا ہے کہ اس میں جزئیات کا بندوبست نہایت باقاعدہ و باضابطہ ہوتا ہے +

علم اوٗر تجربے کے مجموعے بھی جب ہی بیش بہا ہوتے ہیں کہ وہ علم اوٗر تجربے کے چھوٹے چھوٹے اجزا کے جمع کرنے سے مرتب ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنی زندگی میں نہ کوئی چیز جمع کرتا ہے نہ کوئی چیز سیکھ

ہے وہ ناکام محروم رہتا ہے اس لئے کہ اُنے جزئیات سے غفلت کی۔ اس لئے آدمی اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھ سے زمانہ مخالفت وخصومت کرتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ خود ہی اپنے سے عداوت کرتا ہے۔ عوام الناس میں خوش قسمتی کا اعتقاد بہت پھیلا ہوا ہے۔ مگر مہذب ملکوں میں جیسے اَور خیالات بدل گئے ہیں ایسے ہی قسمت کے اعتقاد میں بھی ضعف آگیا ہے اور اس یقین کو غلبہ ہوتا جاتا ہے کہ خوش قسمتی کی مادر مہربان محنت و جفاکشی ہے یعنے آدمی کی کامیابی زندگی میں اس کی کوشش اَور محنت اَور جزئیات پر متوجہ ہونے کے متناسب ہوتی ہے جو آدمی غافل اَور لاابالی و بےپروا کاہل ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی اُن کے پاس نہیں آتی۔ محنت کے نتیجے اُن کو نہیں ملتے جو اُن کے حاصل کرنے میں مناسب کوشش نہیں کرتے +

قسمت نہیں بلکہ محنت آدمیوں کو بناتی ہے۔ قسمت منتظر رہتی ہے کہ آدمی بعض چیزوں کو گردش دے۔ محنت اپنی تیز نگاہ اور مضبوط ارادہ سے بعض چیزوں کو گردش دیدیتی ہے۔ قسمت بچھونے میں پڑی چشم بر راہ رہتی ہے کہ ڈاکخانہ کا قاصد آن کر ورثہ کے ملنے کی خبر دے۔ محنت سویرے چھ بجے اُٹھ کے اپنے کار کی قلم کی صریر سے اَور ہتوڑے کی ٹناٹن سے کافی کام بنالیتی ہے۔ قسمت روتی ہے۔ محنت ہنستی ہے۔ قسمت اتفاقات پر اعتماد کرتی ہے۔ محنت خصلت پر بھروسا

کرتی ہے قسمت نیچے کو پھسلاتی ہے - محنت اُوپر چڑھاتی ہے - قسمت اپنے حال میں گرفتار کراتی ہے - اور محنت آزاد اور غنی بناتی ہے +

گھربار میں بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جنپر متوجہ ہونا تندرستی اور خوشدلی کے لئے ضرور ہے - گھر میں جھاڑو اچھی طرح دینی - انگنائی میں کہیں غلاظت کو پڑا نہ رکھنا - چیزوں پر گرد و غبار نہ جمنے دینا - اِن جزئیات کی خبرگیری کا نتیجہ عامہ یہ ہے کہ جسمانی تندرستی اور اخلاقی درستی ہوتی ہے جو خصلت کہ اعلےٰ درجہ کی نشو و نما کے لئے ضرور ہے - گھر کا ہوادار ہونا ایک خفیف چیز معلوم ہوتی ہے - اور بہت تھوڑے آدمی اُسکے حال سے واقف ہیں - اگر ہم اپنے گھروں میں ہر وقت تازی ہوا کے آنے کا انتظام نہ کریں تو اِس غفلت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا گھر مرضوں میں مبتلا ہوگا - تمہیں تو کچھ نہیں معلوم کہ یہاں وہاں چند میلے کچیلے دھبّوں کے ہونے سے اور تھوڑے سے خراب ہوا کے آنے سے کیا ہوتا ہے - مگر جب تنجار آن کر جان لیتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے - بس دیکھ لو کہ اِس تھوڑی سی غلاظت اور خراب ہوا کے ہونے نے کیا بڑے نتائج پیدا کئے ہیں - خانہ داری کے سارے قواعد خفیف معلوم ہوتے ہیں - مگر اُن سے نتائج عظیم پیدا ہوتے ہیں +

جزئیات کی خبرگیری نہ کرنے سے بعض دفعہ بڑے بڑے حادثات اور نقصانات واقع ہوتے ہیں - ایک جہاز خزانہ لیکر چلا - بندرگاہ سے

جب چلا گیا تو اُس کی تہ میں ذرا سا چھید تھا اُس سے تہ میں اِتنا پانی بھرا کہ جہاز منزل مقصود پہ پہنچنے نہ پایا کہ ڈوب گیا۔ ایک میرِ لشکر کے گھوڑے کے نعل کی ایک میخ اکھڑ گئی تھی وہ نہ جڑوائی اَور میرِ لشکر اُسپر سوار ہوکر میدانِ جنگ میں چلا گیا۔ وہاں اُس نعل کی خرابی سے گھوڑا لنگڑا ہوا۔ اِس لنگڑے ہونے سے میرِ لشکر مارا گیا اَور اُس میرِ لشکر کے مارے جانے سے لشکر شکست پاکر تتر بتر ہوگیا۔ بس دیکھ لو کہ کیا ذری سی بات۔ نعل میں میخ جڑوانے کی تھی کہ جسکی غفلت سے ایک لشکر تباہ ہوگیا۔ جزئیات کی خبر گیری فوراً کرنی چاہیے اِس میں توقف اَور انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ اِس سے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ خصلتیں بےجان ہو جاتی ہیں۔ بہت سی دولتیں ڈوب جاتی ہیں جہاز غرق ہو جاتے ہیں۔ گھروں میں آگ لگجاتی ہے۔ انسان کی بہبودی کے ہزاروں منصوبے و تدبیریں خاک میں ملجاتی ہیں۔ کہ پھر اُنکا علاج کسی طرح نہیں ہوتا۔ جب یہ تحقیق ہوجائے کہ یہ کام کرنا سب سے زیادہ انسب و اولیٰ ہے تو پھر اُس میں توقف کرنا چہ معنی دارد۔ یہ توقف کرنا ایک عُذر بدتر از گناہ اَور ناکامی اَور شکست ہے۔ اِسکی مثالیں ہزاروں روز مرہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ جزئیات سے غفلت کرنا جنکی عادت میں پڑجاتا ہے اُنکی تباہی و بربادی کچھ دُور نہیں ہوتی۔ یہ جفاکشی ہی کا ہاتھ ہے کہ جو دولتمند بناتا ہے۔ جو عورت یا مرد محنتی جفاکش ہوگا وہ جزئیات

کی ایسی خبرگیری کریگا جیسے کہ کلیات کی - چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ
ایسا ہی دھیان کریگا جیسا کہ بڑی باتوں پر - وہ چیزیں کہ نہایت چھوٹی
نظر آتی ہیں - اُن پر ایسی توجہ کرنی چاہیئے جیسی کہ بڑی چیزوں پر -
مثلاً ایک پیسا ہے وہ کیسا سکوں میں محقر ہے مگر دیکھو کہ وہ کس
کس کام آتا ہے - کن کن چیزوں کو خرید لیتا ہے - فقیر کے سوال کو
پورا کر دیتا ہے - غرض فقط ایک پیسے کو اچھی طرح خرچ کرنے سے بہت
سی خوشیاں حاصل ہوسکتی ہیں +

ایک شخص سخت محنت کرنے خاطر خواہ مزدوری پائے اور اُسکے
پیسے جو آئیں اُن کو ہاتھ میں لیکر کچھ نشے پانی میں اُڑا دے کچھ کھانے
پینے میں - غرض کچھ پاس نہ رکھے تو اُس کی زندگی کچھ ہی اچھی پاربرداری
کے جانور سے ہوگی - اب برخلاف اِسکے اگر وہ پیسوں کو احتیاط سے خرچ
کرے اور اُس میں سے کچھ بچا کے سیونگس بنک میں جمع کر دے
یا بیوی کے پاس جمع کراتا جاوے تو وہ اُس کی تنگدستی کے دن
کام آسکتے ہیں - اسکے بچّے کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کراسکتے ہیں
غرض بہت طرح سے اس کو معلوم ہو جائیگا کہ اِن چھوٹی چھوٹی چیزوں
نے مجھے بڑے فائدے پہنچائے اِن سے راحت میں گھر میں آسودگی
ہوئی آیندہ معاش کے خوفوں سے رہائی ہوئی - تمام بچتیں تھوڑی
تھوڑی چیزوں سے بنتی ہیں - تھوڑی چیزوں کے اجتماع سے ایک

بڑی چیز بنجاتی ہے۔ چھینٹوں چھینٹوں تالاب بھر جاتا ہے۔ پیسوں سے رُوپیہ بنتا ہے۔ ایک پیسا بچانا رُوپیہ کی بُنیاد جمانا ہے اَور رُوپیہ کا بچانا راحت آرام، دَولت۔ استغنا۔ افزایش مال پیدا کرتا ہے۔ مگر یہ پیسا دیانت سے پیدا ہونا چاہیے۔ یہ کہاوت ہے کہ ایک پیسا دیانت سے پیدا کیا ہوا خیرات کے ایک رُوپیہ سے اچھا ہوتا ہے جو محنت سے پیدا کئے ہوئے مال میں مزہ و لُطف ہوتا ہے وہ خیرات کے مال میں نہیں ہوتا۔ پیسے کا مُنہ کالا ہو تو بلا سے مگر وہ اس طریقہ سے نہ پیدا کیا گیا ہو کہ جس سے اپنا مُنہ کالا ہو +

جو شخص رُوپیہ پیسا بچانا نہیں جانتے اُن کی رُوح کے ساتھ سوہن اَور ناک کے ساتھ سان لگا رہتا ہے۔ کسی نہ کسی روز محتاجی مسلح ہوکر اس پر آن پڑتی ہے۔ جو ہوشیاری اَور دانائی سے بچت کیجاتی ہے وہ سحر کا کام کرتی ہے۔ ایک دفعہ جہاں اسکو شروع کیا وہ عادت میں داخل ہو جاتی ہے۔ آدمی کے دل میں قوت و راحت و اطمینان پیدا کرتی ہے۔ جو شخص پیسے بچاکر اپنے صندوق میں رکھتا ہے یا سیونگز بنک میں داخل کرتا ہے اُن کا لُطف اُن ایام میں آتا ہے کہ وہ بیمار ہو یا بڑھاپا آگیا ہو۔ آدمی جو بچاتا ہے وہ محتاجی سے بچ جاتا ہے اور جو نہیں بچاتا اُس کی اُفتاد تلخ و گزند رساں۔ فقیری کے درمیان کچھ حائل نہیں ہوتی وہ گدائی کی گلی میں کھڑا ہوتا ہے +

یہ بھی یاد رکھو کہ جبتک تمھاری بیوی رُوپیہ کے بچانے میں مددگار نہ ہوگی تم ہرگز نہ بچا سکوگے۔ مرد گھر کو پھاوڑے سے نہیں ڈھا سکتا۔ عورت سُوئی کی نوک سے ڈھا دیتی ہے۔ کفایت شعار جورو خاوند کی عزت کا تاج ہوتی ہے +

باب ہشتم

قرض کا رواج ہندوستان میں۔ اسکا علاج

قرض کی بُرائیاں۔

(۱) اِس تمام باب میں قرض سے نہ اُس قرض سے مُراد ہے جو گورنمنٹ تجارت کی کمپنیاں۔ یعنی میونسپل کمیٹی اور اور تاجر ساہوکار مہاجن اِس غرض سے لیتے ہیں کہ اُن کو ایسے بارور کاموں میں لگائیں کہ سُود سے زیادہ نفع ہو۔ اور سُود ادا کرکے کچھ نفع بچ رہے۔ ہر تجارت میں قرض سے بہت کام چلتے ہیں اور نہ اُس قرض سے مُراد ہے کہ جو کوئی معزز اپنے حفظ آبرو کے لئے قرض لے۔ بلکہ ہماری مُراد اُس قرض سے ہے کہ آدمیوں کے اسراف اور گھر کے کاروبار کی بدنظمی کے سبب سے پیدا ہو جائے +

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں اور میرے اہل و عیال خوشحال اور فارغ البال رہیں۔ اور یہ آرزو اُس حالت میں اکثر پوری ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے گھر کا خوش اسلوبی سے انتظام کرنا جانتا ہو۔ مگر اپنے مُلک میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر آدمی ایسے غیر منتظم اور بدسلیقہ ہوتے ہیں کہ جسکے سبب سے وہ اپنی ابتداء عُمر سے آخر دم تک خستہ حال و پریشاں خاطر رہتے ہیں اور اُس اپنی خستہ حالی کو اولاد کے ورثہ میں دیجاتے ہیں۔ اگرچہ گھر کی بدنظمی کے اور سبب بھی ہیں مگر بڑا سبب یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر آدمیوں کو قرض لینے کی بڑی بُری عادت ہے کہ جسکے سبب سے افلاس گلے کا ہار ہوتا ہے۔ کبھی اِس افلاس کی شکایت قسمت کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے۔ کبھی اس کا الزام گورنمنٹ کے ذمّہ تھوپا جاتا ہے +

یہاں کے لوگ اِس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی خوشحالی گورنمنٹ سے زیادہ اپنے اختیار میں ہے +

(۲) قرض کا رواج۔ نہ کوئی مُلک ایسا ہے نہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جسمیں قرض کا تھوڑا یا بہت رواج نہ ہوا ہو۔ ہندوستان میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ جسمیں قرض کا رواج نہ ہوا ہو۔ وید میں دعائیں قرض کے ہاتھ سے بچنے کی موجود ہیں۔ منو دھرم شاستر میں تو قرض کی شرح کے سُود کے باب میں قانون موجود ہے کہ جس کے موافق برہمن بیوپاری دیتے آئے ہیں کہ قرض دینے والا ہر مہینہ میں اپنے رُوپیہ کے اٹھارہویں حصّہ

تک سُود لینے کا مجاز ہے - سُود فیصدی اِس طرح لینا جائز ہے کہ برہمن سے دو رُوپیہ ماہوار - چھتری سے تین رُوپیہ ماہوار اور ویش سے چار رُوپیہ مہینہ اور شُودر سے پانچ رُوپیہ مہینا - جب کوئی نیک آدمی ضمانت دے یا کوئی چیز گروی رکھے تو سب سے زیادہ کم سُود پندرہ رُوپیہ سینکڑہ سالانہ ہے - پہلے شُودر ساٹھ رُوپیہ سالانہ سُود دیتے تھے - اب اکثر غریب آدمی ایک آنہ فی رُوپیہ سُود ماہوار یعنے پچھتر رُوپیہ سالانہ دیتے ہیں قرض لینے کی عادت یہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونو کو ہے +

ہندوستان میں آبادی کا زیادہ تر حِصّہ کاشتکاروں کا ہے - اُنکے پاس سرمایہ نہیں ہوتا - سال بھر کے کام کاج کے انجام دینے کیواسطے جتنے رُوپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اُسکے لئے وہ قرض لیتا ہے اور سُود پر سُود دیتا ہے - جسکی مختلف شرح دو رُوپیہ سینکڑہ سے پانچ رُوپیہ سینکڑہ تک ماہوار ہوتی ہے - یہ سُود ہمیشہ اُس کے حِصّہ میں سے جو فصل آیندہ سے اُسے ملتا ہے وصول کیا جاتا ہے - اگر وہ سال رواں میں اپنے قرضہ کو بیباق نہ کرسکے تو بقایا مع سُود اگلے سال کے حساب میں اصل بنجاتی ہے - یوں اصل مع سُود ہر سال بڑھتی جاتی ہے - اکثر دیہات میں قرض کا دستور یہ ہے کہ کسانوں کو دس رُوپیہ مہاجن دیتا ہے اور بارہ رُوپیہ ایک رُوپیہ ماہوار کے حساب سے لیتا ہے نیز بیچ میں ایک اور پیچ کھیلتا ہے کہ جب بیچارا کسان دو چار رُوپیہ ادا کرتا ہے تو اُسکو

دو روپیہ قرض دیکر بارہ کے بارہ پھر اپنے قائم کرتا ہے۔پس یہاں کسان کم بختی کا مارا ایسی مشکلوں میں پھنس جاتا ہے کہ مہاجن کے پھندے سے نکلنے کی اُمید نہیں رہتی۔ گورنمنٹ کی قحط سالی کی رپورٹ کمیشن سے معلوم ہوتا ہے کہ دو تہائی کاشتکار مہاجنوں کے قرضدار ہیں۔مہاجنوں کی دستاویزات کے بوجھ کے نیچے ایک تہائی کسان ایسے دبے رہتے ہیں کہ وہ کسی طرح قرض کی دلدل سے نکلکر اپنے پاؤں کے بل سے چل نہیں سکتے۔کسان کا نام جہاں مہاجن کے بہی کھاتہ کی ٹیڑھی بیڑی لکیروں میں لکھا گیا وہ پتھر کی لکیر بن گیا۔ پھر مٹائے سے نہیں مٹ سکتا۔ کیری صاحب۔جو محکمۂ زراعت بنگال کے اول بانی تھے وہ لکھتے ہیں کہ کل مُلک بنگال میں یہ ایک عجیب وغریب واقعہ ہوتا ہے کہ کوئی کسان اپنے کھیت کو یہ دیکھکر خوش ہو کہ اس کا اس سال پیداوار میرے گھر جائیگا۔ اور اس میں کسی طرح سے کوئی مہاجن شریک نہیں ہوگا کہ کوئی حصّہ اُس کے پاس جائے۔ یہ ایک عام رواج ہے کہ اکثر کسان قرضدار ہوتے ہیں اور اپنے کھیت میں بیج بھی قرض لیکر بوتے ہیں۔ وہ اپنے قرض خواہوں کے مزدور بنکر کھیت میں کام کرتے ہیں۔فصل کے آخر میں اُن کو چالیس فیصدی اور کبھی کبھی پچاس فیصدی سود دینا پڑتا ہے۔ ہر ضلع میں بہت سی مثالیں ایسی بھی موجود ہوتی ہیں کہ کسان پہلے اس سے کہ اپنے کھیت کی مٹی کو اُنگلی لگائے دو سال کی پیداوار

کو رہن رکھ دیتا ہے - پہلے زمانہ میں ہندوستان کے بعض حصوں میں زمین کی مالک گورنمنٹ ہوتی تھی - اسواسطے کسان اپنی حقیت زمین کو رہن نہیں کر سکتے تھے - مثلاً بندیل کھنڈ کا یہ حال تھا کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنی نیک نیتی سے زمینداروں کو حقوق زمینداری عطا کئے - زمینداروں نے ان حقوق جدید سے کوئی خود فائدہ اٹھاکر اپنی آسودہ حالی کو نہیں بڑھایا بلکہ ان کو رہن رکھ کر اپنے تئیں قرضدار بنایا - مارواڑیوں نے ان حقوق کو گرو رکھکر روپیہ بڑی خوشی خوشی قرض دیدیا - جب قحط پڑا زمینداروں سے سود ادا نہیں ہوا - مارواڑیوں نے دھڑا دھڑ ڈگریوں میں زمینداری کو نیلام کراکر خرید لیا - اس طرح بہت سی اصل زمینداری زمینداروں کے ہاتھ سے نکلکر مارواڑیوں کے ہاتھ میں آگئی - اب یہ مارواڑی کسانوں کو فقط اتنا کھانے کو دیتے ہیں کہ وہ بھوکے نہ مرجاویں - اُن میں پوست و استخواں غلاموں کی طرح خدمت کرنے کے لئے باقی رہے +

کسانوں کو تو اپنے قرضدار ہونے کے لئے یہ عُذر ہے کہ ہماری آمدنی غیر محقق ہے اور وہ موسموں کی موافقت پر موقوف ہے - مگر جن آدمیوں کی آمدنی مقرر و معیّن ہے ان کا حال بھی یہی ہے کہ قرضدار ہونے کے لئے تیار بیٹھے رہتے ہیں +

اخبار انڈین مرر میں ایک دفعہ لکھا تھا کہ ہندوستان کے کاشتکار تو بھولے بھالے مشہور ہیں - لیکن فقط انہیں کا یہ حال نہیں بلکہ کُل

ہندوستانیوں کا یہ حال ہے کہ عقل دُور اندیش اُن کے پاس ہوکے نہیں پھٹکی - خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ ہر ایک شادی و مرگ کی رسوم ادا کرنے میں اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اَور اکثر قرضدار اُنہیں ہو جاتے ہیں +

ایک اخبار میں لکھا تھا کہ مدراس گورنمنٹ کے ملازموں میں سے ننبرہ سو کلارک ہیں جن کی تنخواہ قرضہ کی بابت وضع ہوتی ہے - اگرچہ یہ اخبار کا بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے - مگر اس میں شک نہیں کہ جب ملازمان سرکاری کی تنخواہ قرق ہوکے قرضہ میں وضع ہونے لگی تو ہر آفس میں اِس قدر تعداد تھی کہ گورنمنٹ نے آخر کو ملازموں کے قرض رکی بابت ایسا قانون بنایا کہ وہ اُن کو قرض لینے سے روکے +

(۳) قرض لینے کے اسباب -

ہندوستان میں اکثر آدمیوں کی سمجھ بچّوں کی سی ہے - دُور اندیشی اَور مآل اندیشی اُن میں نہیں ہوتی - اگر آج اُن کے پاس کھانے کو ہے تو یہ فکر کچھ نہیں ہے کہ اگر کل کے واسطے آج سامان نہ کرینگے تو مُصیبت سرپہ آئے گی - آج کی فضولی کل کم بختی لائیگی - عاقل کو آیندہ کا خیال ہمیشہ رہتا ہے اَور اُس کے واسطے وہ سامان تیار رکھتا ہے - سمتھ صاحب کا مقولہ ہے کہ بنی آدم دو قسم کے ہیں - ایک وہ جو قرض لیتے ہیں - دوسرے وہ جو قرض دیتے ہیں - ایک وہ جو تباہ ہوتے ہیں - دوسرے وہ جو تباہ

کرتے ہیں - ایک وہ جو جوڑتے ہیں - دوسرے وہ جو اُڑاتے ہیں - ایک مآل اندیش - دوسرے نا عاقبت اندیش - ایک کفایت شعار جز رس - دوسرے مسترف فضول خرچ - ایک روپیہ رکھنے والے - قرضدار ہونا کچھ تنگی معاش پر موقوف نہیں - ایک ہی دفتر میں دیکھتے ہیں کہ دس روپیہ مہینے کا محرر کسی کا قرضدار نہیں - مگر سو روپیہ مہینے کا سرشتہ دار اور آٹھ سو روپیہ ماہوار کا سب جج بڑا قرضدار ہے - ایک قرضداری تو مجبوری کی ہوتی ہے جیسے کہ قحط پڑ گیا - یا ایک شخص کی آمدنی پر سارے کنبے کے خرچ کا مدار تھا وہ مر گیا - یا کوئی اور ایسی عزت کی بات آن پڑی کہ اس میں خرچ ضرور ہوا - مگر ہم وہ قرض کے اسباب لکھتے ہیں جو آدمیوں کے خود اختیار میں ہیں - اگرچہ انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے قصوروں کو اوروں کے ذمہ لگاتا ہے - مگر اس کو خود چاہیئے کہ اپنے افعال کو دیکھے اور ان کی اصلاح کرے +

پہلا سبب جو قرضداری کا مشہور و معروف ہے وہ شادی بیاہ اور مرنے کی رسوم کا خرچ ہے - جن کے باب میں بہت سی سبھاؤں میں تجویزیں پیش ہو چکی ہیں اور جا بجا اس کے انسداد کے باب میں انتظام ہوتے ہیں - مگر اب تک کوئی نتیجہ اس کا معتد بہ نظر نہیں آیا - ان شادی کے خرچوں نے دخترکشی کی رسم کو جاری کیا جسکے سبب سے برٹش گورنمنٹ کو اسکے انسداد کا اہتمام کرنا پڑا - پنجاب کے بعض اضلاع میں

جو کوئی بوڑھا بڑا مرجاتا ہے تو اُس کے مرنے میں پانچ سو روپیہ کے قریب خرچ ہوتے ہیں۔ بمبئی احاطہ کے کناروں کے اضلاع میں شادی کے خرچوں کے لئے جب زمین بک جاتی ہے تو مالک زمین خود اپنے تئیں بیچ ڈالتے ہیں۔

ہندؤں کے یہاں سارا کنبا ملکر ایک جگہ اکثر رہتا ہے۔ اِس لئے کوئی نہ کوئی شادی یا بیاہ یا مرنا درپیش رہتا ہے۔ اب ان میں خرچ ہر ایک رُکن خاندان کی حیثیت کے موافق نہیں ہوتا۔ بلکہ کُل خاندان کی حیثیت مجموعی کے موافق۔ اِس سبب سے بہت کچھ خرچ ہوتا ہے +

تعلیم یافتہ آدمی اِن سب رسموں کی پابندی کی خرابی سے خوب واقف ہیں اور بیچارے تحریروں کے طومار لکھتے ہیں اور تقریریں کرکے زبان تھکاتے ہیں۔ مگر کوئی اُن کی نہیں سُنتا اور وہ خود بھی ایسے مجبور ہیں کہ اُن کو وہی کرنا پڑتا ہے جو اور ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ ابھی ایسے بہادر نہیں ہوئے کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ بیوقوف ہم کو جو چاہیں کہا کریں ہم دانائی کی پابندی سے کام کریں۔ قومی غلامی سے آزادی مشکل ہے +

وہ خوب جانتے ہیں کہ سیکڑوں اور ہزاروں روپیہ مُفت خور برہمنوں کو کھلانا پڑتا ہے۔ دعوتوں کے تکلفات میں۔ ناچ رنگوں میں۔ آرائشوں میں۔ آتشبازیوں میں۔ کمین قوم کے انعاموں میں بہت برباد ہوتا ہے۔ مگر اُن کو یہ سب کچھ بہ مجبوری اسواسطے کرنا پڑتا ہے کہ برادری میں ناک نہ کٹ جائے۔ اور پھر کوئی ہم کو شوم سمجھ کر صبح کو نام نہ لے یہی روپیہ

جو اولاد کی شادی میں ما باپ خرچ کرتے ہیں۔ اگر انکو یوں ہی دیدیں تو اس سرمایہ سے وہ اپنی زندگی بخیر و خوبی بسر کر سکتے ہیں جیسے کھیت کے لئے پہلے بیجوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے ہی ہر کام کے شروع کرنے کے واسطے سرمایہ ضرور ہے۔ پس اس سرمایہ کے فائدہ پر نظر کرنی چاہیے کہ کسقدر ہوتا ہے۔ مثلاً پانچ برس کے لڑکے کی شادی میں ایک ہزار روپیہ خرچ کیا جائے اگر اس وقت سے یہ روپیہ نوٹ کے سود پہ چلایا جائے تو آخر عمر میں اس کی ایک سرمایہ کثیر ہو جائے۔ پس شادی میں روپیہ ہی نہیں برباد ہوتا بلکہ یہ سود اور نفع بھی اس کے ساتھ برباد ہوتا ہے +

دوسرا سبب یہ ہے کہ بہت روپیہ زیوروں میں خرچ کیا جاتا ہے۔ سیونگس بنک میں نہیں جمع کیا جاتا۔ زیور کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر ملکوں سے کروڑوں روپیہ کا سونا ہندوستان میں آتا ہے۔ جس میں سے ایک سکہ بھی نہیں بنایا جاتا وہ سارا زیوروں میں کھپ جاتا ہے ۱۸۵۸ء سے ابتک سونا چاندی چارسو پچاس کروڑ روپیہ کا غیر ملکوں سے ہندوستان میں آیا ہے۔ پانچ برس میں سنہ ۸۰ و ۱۸۸۵ء تک ساڑھے بائیس کروڑ روپیہ کا سونا صرف زیورات میں خرچ ہوا۔ یہاں بالکل اسکا خیال نہیں ہے کہ ہم اپنی کتنی دولت یوں آگ میں پگھلاتے اور گلاتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ان زیوروں کے بنانے میں ہماری کتنی دولت برباد جاتی ہے۔ مردم شماری سنہ ۱۸۸۱ء سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں چار لاکھ ایک ہزار

پانچ سو بیاسی سُنار ہیں اَور لُہار تین لاکھ چوراسی ہزار نو سو آٹھ اگر ہر سُنار کی مزدوری چھ رُوپیہ ماہوار قرار دیجائے تو صرف زیور کی بنوائی میں دو کروڑ نواسی لاکھ رُوپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ اب اگر یہی سُنار لُہار ہوجائیں اَور لوہے کی فائدہ مند چیزیں مثل ہل وغیرہ کی بنائیں تو کتنا فائدہ ہو۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ دو کروڑ نواسی لاکھ رُوپیہ محض بے فائدہ چاندی سونے کے گلوانے میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر سرمایہ کو سودی چلائیں تو کتنا فائدہ حاصل ہو۔ زیور کو تو سودی نہیں چلاسکتے +

دو سو کروڑ رُوپیہ سے کم رُوپیہ اِن زیوروں میں لگا ہوا۔ اور گھروں میں جمع کیا ہوا نہ ہوگا۔ اگر بارہ رُوپیہ سینکڑہ سُود پر چلایا جائے تو چوبیس کروڑ رُوپیہ کی آمدنی ہو جو کچھ ہی کُل ہندوستان کی زمین کی مالگذاری سے کم ہو۔ ہندوستان سونے کی قبر مشہور ہے جہاں سونا اُس میں آیا معلوم نہیں کہ کیا ہوا +

انگلستان میں کیا خوب قاعدہ ہے کہ سونے کا زیور نہیں بنایا جاتا۔ سونے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ ابھی جو ہندوستان میں ریل بنائی گئی ہے اَور ایک سو ساٹھ کروڑ روپیہ انگلستان والوں نے اسکے بنانے کے واسطے دیدیا وہی رُوپیہ اگر ہندوستانی اپنے زیورونکو بیچکر دیدیتے تو پانچ روپیہ سیکڑہ سُود تو کہیں گیا ہی نہ تھا اَور اِس کے سواء اَور کروڑوں رُوپیہ کا فائدہ تھا۔ اگر دو شخصوں پاس سو سو رُوپیہ ہوں ایک تو سیونگس بنک میں رکھے

تو وہ پونے چار رُوپیہ سیکڑہ سُود کے سالانہ پاویگا کچھ خوف رُوپیہ جانے کا نہیں ہوگا + دوُسرا بیوی کے واسطے سو رُوپیہ کا زیور بنائے تو لعل سُنار کی مزدوری دیگا- پھر وہ چوری کا اندیشہ ساتھ لگائیگا- پونے چار رُوپیہ سُود کے کھوئے گا- اگر کسی ضرورت کے سبب سے گروی اُس کو رکھیگا تو بارہ رُوپیہ سیکڑہ اُور گرہ کے دینے پڑینگے- اب اِن دونوں آدمیوں کی حالت کو دیکھ لو کہ کیا ہوگی- ایک پانچ چھ برس میں سب کھوکھا کے برابر کردے گا- دوسرے پاس سوائے یا ڈیوڑھے ہو جائیں گے- یہ مقولہ سچ ہے کہ اگر رُوپیہ مناسب طور سے کام میں لایا جاوے تو وہ ایسا ہی روپیوں کو اُگتا ہے جیسے کہ کھیت بیجوں کو +

تیسرا سبب اسراف اُور اپنے مقدُور سے زیادہ خرچ کرنا- ایک شخص جسکو خدا نے عقل مستقیم دی ہے وہ اپنی حیثیت کے موافق بود باش کریگا- اُور ایسی باتوں سے گریز کرے گا کہ جس سے وہ زیادہ دولت مند معلوم ہو- دیانت داری سے جو مقدُور اُس کو ہوگا اُس کے موافق رہیگا- وہ بے دیانتی سے اُوروں کی دولت لیکر اپنی دولت مندی کی شان نہیں دکھائیگا- اپنی آمدنی سے زیادہ وہ کوئی خرچ نہیں رکھیگا- کیونکہ ایسا خرچ رکھنا بے دیانتی اُور اُوروں کی جیب کترنی ہے- ہم یہ حال بعض تعلیم یافتہ آدمیوں کا جو بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں دیکھتے ہیں کہ اُن کو وہ سیدھا سادہ طریقہ جو باپ دادا کا تھا پسند نہیں ہے- وہ اپنی تعظیم وتکریم کے لئے ضرُور سمجھتے ہیں کہ ہم نمود

اور شان کے خرچ رکھیں - پس اس ظاہری حیثیت بنانے کے لئے وہ آخر کو قرضدار ہو جاتے ہیں - اور اُن سے پھر دست ایسے بھاگنے لگتے ہیں جیسے سیلاب سے ✦

(۴) قرض کی برائیاں ✦

پہلی برائی روپیہ کا ضائع ہونا - ۱۸۸۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ کل ہندوستان میں قرض دینے والے مہاجن دولاکھ اکیس ہزار ہیں ان کے سوا ہزاروں ہونگے جنھوں نے اپنے تئیں چھپایا ہوگا اور نہ بتلایا ہوگا - اب ذرا سوچو کہ سود کا روپیہ ان کو کیا کچھ دیا جاتا ہوگا - زیور پر اکثر شرح سود آٹھ روپیہ سے بارہ روپیہ سیکڑہ تک ہے - ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میں اپنا یہ فرض سمجھتا تھا کہ ہر ضلع میں یہ تحقیق کروں کہ روپیہ کا سود کیا دیا جاتا ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ قدیمی شرح سود کی ساڑھے سینتیس روپیہ کی ہے اسکے موافق چھوٹے چھوٹے تمسکوں پر سود لیا جاتا ہے - غریب آدمی جن کے پاس کوئی چیز گروی رکھنے کی نہیں ہوتی اُنکو ایک آنہ روپیہ ماہوار سود پر قرض دیا جاتا ہے - سود میں اس طرح کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا ہے - مگر بڑا نقصان یہ ہے کہ کسانوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے - سست مزیل کاہل ہو جاتے ہیں - اپنی زمین کی پیداوار بڑھانے کی قابلیت جاتی رہتی ہے - نہ آلات زراعت کی اصلاح کر سکتے - نہ زمین کی حیثیت بڑھانے کی جستجو کر سکتے ✦

دوسری بُرائی بےعزّتی و ذلّت - ایک شخص اپنی عرق فشانی سے خواہ کچھ ہی پیدا کرے وہ سب کے سامنے آنکھیں کر سکتا ہے - کسی سے نہیں چھپتا - اِسلیئے کہ کسی سے وہ قرض کا شرمندہ نہیں ہے لیکن جو قرضدار ہیں وہ قرضخواہوں سے مُنہ چھپاتے پھرتے ہیں - ڈگریوں کے مارے دہاں اَور وہاں سے یہاں چھپتے پھرتے ہیں - مسجد و مندر میں بھی تو وہ پناہ نہیں پا سکتے - جیلخانہ میں اُن کا پاؤں ہوتا ہے - وہ لوگ جو قرض لیکر اپنے مکانوں اَور سواری کی آرایش اَور زیبایش کرتے ہیں وہ اسباب ایسے ہی ہوتے ہیں - جیسے کہ شادی بیاہوں میں مانگے کے اسباب سے مکانوں کو سجاتے ہیں - یہ سارا اسباب قرضخواہوں کا ہوتا ہے - اگر قرض خواہ بازار میں قرضدار کو روک کر کھڑا ہو جائے تو وہ مجرم نہیں ہوتا - اگر وہ گالیاں دے تو ہتک عزت کی نالش اُسپر نہیں ہوتی - لکھنؤ میں سنا گیا کہ ایک زمانہ میں وثیقہ داروں پر اتنی ڈگریاں جاری تھیں کہ اتوار ہی کو اُن کا دروازہ کھُلتا تھا ورنہ عدالت کے چپراسی کے خوف کے مارے دروازوں کی زنجیروں میں دو دو تین تین قفل پڑے رہتے ہیں - جب آدمی کی زندگی کا مدار اوروں کے دستر خوان پر ہو تو پھر زندگی کیا ہے - دولتمند کی خوشامد کرنی پاجی پن ہے اپنے اُوپر رحم دلانا یہ کیا عزت ہے بیکسی ہے - اپنی ایسی خواہشوں کا غلام ہونا جو پوری نہ ہوسکیں آزادی کھونا ہے اَور مصیبت کو سر پر

لینا ہے +

تیسری برائی جھوٹ بولنا۔ مثل مشہور ہے کہ قرض کی پیٹھ پر جھوٹ سوار رہتا ہے۔ یہ بات دشوار ہے کہ جو شخص قرضدار ہو وہ سچ بولے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک شخص کا قرض دوسرے شخص سے قرض لیکر چکاتا ہے اور یوں اپنی ساکھ بناتا ہے وعدے جو ادائے قرض و سُود کے وہ کرتا ہے اُن سب کو پورا نہیں کرسکتا۔ بہت سے وعدے اُسکے جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ ناممکن نہیں ہے۔ مگر بہت مشکل ہے کہ قرض وعدہ پر پورا ادا ہو +

چوتھی بُرائی۔ قرض عمر بھر کی غلامی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے کہ قرضخواہ کا غلام قرضدار ہوتا ہے۔ یہاں کے آدمیوں میں ایسی کم سمجھ ہے کہ وہ سُود کے حسابوں کو سمجھتے نہیں۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ جب مہاجن کے بہی کھاتہ میں ہمارا نام قرضداروں میں لکھا جائیگا تو پھر نہایت مشکل ہوگا کہ وہ اُس سے خارج ہو۔ اپنے فائدے کے واسطے ہمیشہ اُن کو اپنا قرضدار بنانے میں مہاجن کوشش کریگا وہ رعیت کی فصلوں کی پیداوار کا تخمینہ کرکے اُن کی حیثیت خود ٹھیراتا ہے۔ وہ اُن کو فقط اِتنا دیدیتا ہے کہ وہ اُس کی غلامی کرنے کے واسطے زندہ رہیں مثل مشہور ہے کہ قرض شوہر مرداں +

پانچویں بُرائی بے دیانتی۔ جس قرض کے ادا کرنے کی اُمید نہ ہو

اُسکا لینا بے دیانتی اَور بے ایمانی میں داخل ہے یہ ایک قسم کی ٹھگی ہے۔ یہ ایک اَور تماشا ہے کہ قرضخواہ کے بغیر مرضی کے قرض بعض آدمی لے بیٹھتے ہیں۔ کسی مہاجن یا مالدار کے ملازم گماشتے نائب ہوتے۔ مالک کا رُوپیہ لیکر اپنے تصرف میں لائے۔ جب کبھی مدتوں میں حساب ہوا تو جو کچھ اپنے ذمے رُوپیہ نکلا اُس کا تمسک لکھ دیا۔ بعض آدمیوں کی نیت میں قرض لینے کے وقت یہ امر ہوتا ہے کہ ہم قیامت کے وعدے پر لیتے ہیں اُسے قیامت کے دن ادا کرینگے۔ کبھی قرض لے کر ادا نہیں کرتے۔ غرض وہ اِس قرض کو بھی آمدنی کے صیغہ میں گِنا کرتے ہیں اَور قرضخواہوں کو ملازم جانتے ہیں جو ماہوار سُود ہوتا ہے اُس کو کہا کرتے ہیں کہ مہاجن ہمارے اتنے رُوپے ماہوار کا نوکر ہے +

چھٹے بُرائی خاندان پر مُصیبت۔ جو مُصیبت کہ قرضدار پر ہوتی ہے وہی اُس کے سارے کنبے پر۔ اُسکے قرض کے سبب سے کنبے کے سارے آدمیوں کے دل بجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اَور وہ سمجھتے ہیں کہ اب ناؤ ڈوبی اب ڈوبی۔ اسکا بعض دفعہ چُپ چاپ ایسا دوالہ نکلجاتا ہے کہ گھر میں جھاڑو دینے کے لئے تِنکا نہیں رہتا اَور سارا کُنبا فقیر محتاج ہوکر بھیک مانگنے لگتا ہے۔ ایک شخص جو خاندان کا سرپرست ہے اُس کی فضُول خرچی بڑے بڑے دولتمندوں کے خاندان سے بھیک منگواتی ہے + جو بُرائیاں ہمنے بیان کیں وہ لوگ جو قرض لینے کی عادت

رکھتے ہیں کب کان لگا کے سُنتے ہیں اور اگر سنیں بھی تو ایک دیوانہ کی بڑ یا بکواس جانینگے خواہ وہ سُنیں یا نہ سُنیں۔ مگر بر رسولاں بلاغ باشد و بس ح

۵) قرض سے نجات - جیسے پہاڑ پر سے پتھر کا لڑکانا آسان اور چڑھانا مشکل ہے ایسے قرض کا لینا آسان اور چکانا مشکل۔ فقط قرضدار کا یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی اصلاح نہیں کر سکتا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اگر ایسا افسوس وہ سو برس تک کھایا کرے تو کوڑی قرض کی ادا نہیں ہو سکتی۔ مگر کمر ہمت چست کرے اور ہمت مرداں اور مدد خدا پر عمل کرکے قرض اتارنے میں کوشش کرے سختی اٹھائے اور ان قواعد پر عمل کرے تو ضرور اس کا صلہ پائے۔ وہ قواعد یہ ہیں:

اوّل اپنی آمد و خرچ کا حساب کوڑی کوڑی کا رکھے۔ ملازمت کے حالات میں تو بالکل ٹھیک آمدنی معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ وہ معیّن و مقرر ہوتی ہے تجارت اور زراعت میں وہ اوسط لگا لینے سے تخمیناً اور تقریباً تحقیق ہو سکتی ہے۔ بعض آدمی ایسے عقل کے اندھے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی آمدنی کا تخمینہ اندھا دھند کرتے ہیں اور اس کے موافق خرچ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ اور قرض کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ بعض آدمی قرض پر قرض لئے چلے جاتے ہیں۔ اس کے حساب کو دیکھتے نہیں کہ کیا دینا ہو گیا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ قرض کا تخمینہ کریں۔ حساب کی کتاب تاریخ وار بنا دیں۔ جس سے وہ قرض کے چڑھنے اور اترنے کا حال

جان سکیں - دل ہی دل میں قرض کا حساب نہیں ہو سکتا - اگر کسی آدمی کو بہت سے آدمیوں کا قرض دینا ہو تو اوّل قرض وہ اُس آدمی کا چُکائے جو تقاضوں کے مارے جان کھا رہا ہو +

دوم - خرچ کا انتظام ایسا رکھے کہ جس سے فقط قرض کا سود ہی ادا نہ ہو بلکہ کچھ اصل میں بھی مجرا ہو - اِس قاعدہ کی تعمیل بھلا مسرفوں سے کب ہو سکتی ہے - مگر اس کے سوا، قرض اُتارنیکا کوئی طریق بھی نہیں ہے - جتنی سختی کوئی اپنے خرچ کے تنگ کرنے سے اُٹھائیگا - اُتنا ہی وہ مسرور ہوگا - تلنگو زبان کی ضرب المثل ہے کہ گانجے اَور بھنگ میں جب ہی مزہ آتا ہے کہ وہ اُدھار نہ لئے گئے ہوں - اگر ایک شخص ایسے پانی میں کھڑا ہو جسکی طغیانی سے ڈوب جانیکا اندیشہ ہو تو کیا اُس پانی کے اُترنے سے اُسکا دل نہ خوش ہوگا - پس یہی حال قرض کے اُترنے کا ہے - جس شخص کا خرچ آمد سے فزوں ہوگا - وہ ضرور آخر میں تنگ خرچ ہوگا - بہتر ہوگا کہ وہ پہلے ہی سے اپنے نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں احتراز کرے تاکہ آیندہ مصیبت اَور بلا میں نہ مبتلا ہو - فقط سود کا ادا ہونا ادائے دین کے لئے کافی نہیں - سود کا روپیہ اصل کی برابر کیا بلکہ اُس سے کچھ زیادہ دیا جائیگا - اَور قرض بدستور رہے گا - اَور اگر اصل میں کچھ ادا کیا جائیگا تو آخر کو اصل صفر ہو جائے گی - مثلاً ایک شخص کی آمدنی تیس روپیہ ماہوار کی ہو اَور وہ روپیہ سیکڑہ ماہوار سُود پر دوسو روپیہ قرض لے تو اب

اُس کو ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ چھبیس روپیہ ماہوار خرچ ہو اور دو روپیہ ماہوار سُود اور دو روپیہ ماہوار اصل میں دیئے جائیں۔ تو قرض چھ برس میں بالکل اُتر جائیگا اور بانوے روپیہ سُود کے دینے پڑینگے اور اگر اصل نہ ادا ہوگی تو اس عرصہ میں ایک سو چالیس روپیہ سُود کے دینے پڑینگے اور قرض سابق بدستور رہے گا۔ اگر چھ روپیہ ماہوار کا انتظام کریگا تو چار برس میں قرض ادا ہوگا اور اٹھاون روپیہ سود کے دینے پڑینگے ✦

سوم۔ زیور اور کسی چیز کو کبھی گرو نہ رکھو۔ عورتوں کو زیور بچوں کی برابر عزیز ہوتا ہے۔ اس کے گرو ہونے کا رنج ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے بچے کو چیچک نکل آنے کا۔ اور اس کے بک جانیکا افسوس ایسا ہوتا ہے جیسے بچے کے مر جانے کا۔ مگر یہ صرف اُن کی جہالت ہے انکو جو خیال ہے کہ زیور گرو رہیگا تو خاوند کبھی نہ کبھی چھُٹا دیگا۔ اگر بک جائیگا تو پھر وہ نہ بنے گا نہ ہمکو پہننا میسّر ہوگا۔ اُن کی اس بے وقوفی دُور کرنے کے لئے خاوند کو سمجھانا چاہیئے کہ زیور کے گرو رکھنے میں جو نقصان ہے وہ اُس کے بیچنے میں نہیں ہے۔ یقین ہے کہ جو عورتیں نیک بخت اور خاوند کو راضی رکھنا چاہتی ہیں وہ اُس کے بیچنے کو منظور کرینگی۔ بہت سے آدمی جائداد اور زیور کے بیچنے کو بے عزتی سمجھتے ہیں اسلئے وہ انہیں گروی رکھتے ہیں۔ اور ایک ایک کے پانچ پانچ بھرتے ہیں جائداد زندگی میں یہ بڑا رشک ہوتا ہے کہ ہمارا گاؤں رقیبوں کے پاس

اِس لئے سُود دینے کی پروا نہیں کرتے۔ وہ اُس کے ایک حِصّے کو فروخت کرکے اصل مع سُود چُکا دینے کو اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں کہ پہلے کُل بیس بسوے گانو کے تھے اب پندرہ رہگئے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیسوں بسوے سُود بٹے میں رقیبوں کے پاس چلے جاتے ہیں +

چہارم۔ آمدنی کا حسنِ انتظام۔ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی آمد و خرچ کا بجٹ یعنی تخمینہ بنائے خرچ کی مدات قائم کرے۔ خوراک۔ پوشاک۔ کرایہ مکان۔ ٹیکس۔ گھر میں جو اَور چیزیں کام میں آتی ہیں۔ تعلیم۔ خیرات۔ خرچ متفرقات۔ بجٹ مے کے ہر مہینے کے اندر ہر مَد کو نہایت احتیاط سے دیکھے اور اُس کے واسطے رقم مقرر کرے +

خرچ متفرقات۔ ہر مہینے میں چھوٹے چھوٹے خرچ غیر معمولی پیش آتے رہتے ہیں۔ جیسا مہمانوں کا گھر آنا۔ اسباب کی مرمت۔ اِن باتوں کو پہلے سے خیال کرکے خرچ متفرقات میں رقم قایم کرنی چاہیے۔ مشہور مثل ہے کہ اگر پیسوں کی خبرداری تم کرو تو روپئے اپنی آپ خبرداری کرینگے + منتظم و غیر منتظم میں یہی فرق ہوتا ہے کہ منتظم غیر معمولی خرچوں کا بندوبست پہلے سے کرتا ہے لیکن غیر منتظم کو اس کا خیال نہیں ہوتا منتظم پانچ روپیہ بچاکر جمع کرتا ہے۔ غیر منتظم بجائے بچانے کے پانچ روپیہ سُود کے دیتا ہے۔ یُوں دُگنا نقصان اُٹھاتا ہے +

آدمی پر پہلے اداے دین فرض عین ہے۔ بعد اس کے جوڑنا۔ اِس

امر کا فیصلہ کہ آمد و خرچ میں کیا نسبت رکھی جائے وہ آدمیوں کی مختلف حالتوں پر موقوف ہے۔ جس جوان آدمی کے ایک دو بچے ہوں وہ ایک تہائی روپیہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اور اپنی ضعیفی اور بیماری کی حالت کے لئے بچائے۔ جب کنبا زیادہ ہو تو بچت کم کرے مگر خرچ کو آمد سے نہ بڑھائے +

آجکل بچت کا روپیہ سیونگس بنک میں خوب حفاظت سے رہتا ہے اور سود بھی پونے چار روپیہ خاصہ ملتا ہے +

پانچواں قاعدہ۔ خرچ کا حساب رکھنا۔ ایک حکیم کی رائے ہے کہ انسان کے لئے کوئی چیز اپنے مقدور سے زیادہ کام کے روکنے کے لئے ایسی نہیں جیسے کہ اپنے تمام معاملات کے حساب کا زیر نگاہ رکھنا۔ بعض آدمی یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ ہم کو حساب دیکھنے کی فرصت نہیں۔ یہ کہنا ان کا کہ فرصت نہیں غلط ہے۔ مگر یہ کہنا درست ہے کہ ارادہ نہیں۔ فرصت تو بہت ہوتی ہے مگر ارادہ نہیں ہوتا +

بہت سے غریب آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آمد و خرچ کیا ہے جسکا حساب رکھیں۔ اپنا روز کمانا وہی کھانا۔ یہ انکی بڑی غلطی ہے۔ غریبوں ہی کو حساب رکھنے کی بڑی ضرورت ہے اور کوڑی کوڑی بچانے کی حاجت ہے۔ ایک غریب شخص بارہ برس کی عمر سے دمڑی روز کا تمباکو پینا شروع کرے اور ستر برس کا ہوکر مرے تو اس نے بیاسی

رُوپے تیرہ آنے اپنے آگ میں پھونکے - اگر وہ تمباکو نہ پیتا اوز زمین مول لیتا تو خاصہ ایک کھیت چھوڑ جاتا۔ پان میں اس سے بھی زیادہ بچت ہوتی ہے - غریب آدمی اپنے پیچھے ذرا ذرا سے خرچ ایسے بہت لگا لیتے ہیں کہ اگر وہ خرچ نہ کرتے اوز اُن کو جوڑتے تو بہت کچھ بچا لیتے اوز ایسے خرچ نہ کرنے سے اُن کا حرج بھی کچھ نہ ہوتا +

چھٹا - قاعدہ - سب چیزوں کی قیمت نقد دو - جن لوگوں کو اشیا قرض خریدنے کی عادت ہوجاتی ہے وہ بڑے زیر بار ہوتے ہیں - اشیاء کو دیکھ کر اُن کے خریدنے کی خواہش ہوتی ہے مگر وہ رُوپیہ کے پاس نہونے کی وجہ سے وہ خرید نہیں سکتے - اوز ایسی عقل نہیں رکھتے کہ دل کو مار کے چپکے ہو رہیں - وہ قرض خرید لیتے ہیں سوائے اس کے مٹھی میں سے رُوپیہ دینے سے دل دُکھتا ہے اوز سو پس و پیش ہوتے ہیں - قرض آنکھیں بند کرکے لے لیتے ہیں - جب دکانداروں سے قرض کا حساب ہوجاتا ہے تو وہ جیسی جنس چاہتے ہیں بھیجدیتے ہیں - جو چاہتے ہیں وہ قیمت لگاتے ہیں - نقد چیز سوچکر تلاش کرکے ارزاں جہاں تہاں ہاتھ لگتی ہے مول لیتے ہیں - نقد و قرض کی قیمتوں میں کم ازکم دس فیصدی کا فرق ہوتا ہے +

ساتواں - قاعدہ - اشیاء کی صفت اوز قیمت دونوں پر توجہ چاہیے - ارزاں بعلت گراں بحکمت کو خیال میں رکھنا چاہیے - ایک جوتہ دو روپیہ

کا جو برس روز چلے وہ اس ڈیڑھ رُوپیہ کے جوتے سے سستا ہوتا ہے جو چھ مہینے چلے - یک مکان سستے کرایہ کا ایسی جگہ جہاں بیماری رہتی ہو اُس مہنگے مکان سے جو اچھی جگہ پر ہو گراں ہوتا ہے +

آٹھواں قاعدہ - نیلام میں نہ جاؤ- دُکانوں پر نہ پھرو- جب نیلام میں آدمی جاتے ہیں تو بہت سی چیزیں بے ضرورت یہ سمجھ کر خرید لیتے ہیں کہ ارزاں ہیں- یہی حال دکانوں پر پھرنے کا ہے -جب کسی چیز کے خریدنے کو دل للچائے تو سوچنا چاہیے کہ بغیر اس کے بھی ہمارا گذر ہوسکتا ہے - خریدنے کی ضرورت نہیں - سقراط نے جب اےتھنز میں بہت سی اچھی اچھی چیزوں کو دیکھا تو کہا کہ یہاں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو مجھے درکار نہیں -اِس ضرب المثل کو یاد رکھو- جو شخص بے ضرورت چیزوں کو خریدتا ہے وہ آخر کو ضرورت کی چیزوں کے خریدنے کے لئے محتاج ہو جاتا ہے +

نواں قاعدہ - نشہ بازی اُور تمباکو میں رُوپیہ نہ خرچ کرو- قدیم یونانیوں کی ضرب المثل ہے کہ پانی سب سے بہتر ہے- ہندوستان میں بہت سی قومیں صدہا برس سے ایسی چلی آتی ہیں کہ وہ شراب کا نام بھی زبان پر نہیں لیتیں - مگر اب شراب پینے کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے خصوصًا نئی روشنی اُور تعلیم یافتہ آدمیوں میں- شراب پینے سے نا وقت موت آتی ہے - خاندان کے خاندان خاک میں مِلجاتے

ہیں- ہندوستانیوں کو چاہیے کہ وہ اس باب میں اپنے باپ داوا کی تقلید کریں - اگرچہ تمباکو ایسا مُضر نہیں جیسی کہ شراب - مگر اِس میں بھی آخر ایک دولت کے حِصّے کو آگ لگتی ہے- چند خاص صُورتیں ایسی ہیں جن میں تمباکو کچھ فائدہ مند ہوتا ہے- کم عمری میں اسکا پینا نہایت نقصان پہنچاتا ہے- کبھی اسکا مزہ نہ چکھنا بہتر ہے- افیون سب سے بتر ہے- غرض ہر نشہ آدمی کے حق میں زہر ہے +

دسواں قاعدہ- کسی کی ضمانت نہ دو- حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد رکھو- کہ جو شخص کسی غیر آدمی کی ضمانت دیگا تو رنج اُٹھائیگا اَوْر جو ضمانت سے نفرت کریگا وہ سلامت رہیگا +

گیارہواں قاعدہ- نہیں کہنا یعنی انکار کرنا سیکھو- انسان کی اطمینان خاطر اَوْر آسودگی کے لئے ضرُور ہے کہ وہ نہیں کہنا سیکھے یعنی انکار کرنا- بہت سے آدمی مروت و شرم کے مارے زبان سے نہیں نہیں نکال سکتے- اسی سے تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں- جب کسی چیز کے خریدنے کو تمھارا دل کہے اَوْر تم اُس کی قیمت نہیں ادا کرسکتے تو اُسے کہو کہ نہیں- اگر قرض کی قسط ادا کر رہے ہو دل کہے کہ اِس مہینے میں ناغہ کرو تو کہو کہ نہیں اگر بیوی بچے ایسے لباس کی یا کسی اَوْر چیز کی فرمایش کریں جسکا مول لینا تمھارے مقدُور سے باہر ہو تو کہو کہ نہیں- اگر کوئی دوست ناچ رنگ کی فرمایش کرے تو کہو کہ نہیں- غرض کسی قسم کی ترغیب بُرے کام کی

ہو اُسپر یہی کہو کہ نہیں۔ جب کوئی کاہلی - خود نمائی۔ حماقت۔ بد عادتوں کی طرف ترغیب دے تو بہت جھنجھلا کر کہو کہ نہیں - ہندوستان میں بہت رُوپیہ جو برباد اور خراب ہوتا ہے اور قرض ہوتا ہے تو اُسکا سبب یہ ہے کہ یہاں کے آدمی نہیں کرنا نہیں جانتے - جو آدمی خود ضابط نہیں ہوتے وہ رُوپیہ برباد کرکے اور نیک کاموں کے کرنے سے محروم رہتے ہیں +

بارھواں قاعدہ - انگریزوں کی تقلید - آج کل جو یہ پکار ہو رہی ہے کہ ہائے افلاس کے مارے مرے جاتے ہیں تو اُس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے انگریزوں کی طرز بود و باش اختیار کرنی اپنے پیچھے لگائی ہے - اگر وہ اپنے باپ دادا کی طرح رہیں تو دولتمند ہو جائیں - اور پھر اپنی مفلسی کو نہ روئیں - ہندوستانی سول سروس کا اسسٹنٹ کلکٹر اگر باپ دادا کی طرح رہے تو امیر ہے - اگر انگریزوں کی طرح رہے تو فقیر +

انگریزی اسباب کی تجارت نے بہت فضول شوق ہندوستانیوں کے دلوں میں پیدا کر دئے ہیں - آجکل آدمی جتنے اِن اپنے شوقوں سے قرضدار ہوتے ہیں اُتنے اپنی پُرانی رسوم شادی و مرگ کی فضول خرچی سے نہیں ہوتے - یہ تو کبھی کبھی ہوتے ہیں مگر وہ روز موجود ہیں +

تیرھواں قاعدہ - محنتی ہونا - ہر کام میں کامیابی کے لئے محنت شرط ہے - حضرت سلیمان کا قول ہے کہ محنت کے ساتھ تمول ہے - سونے کو نہ پسند کرو شاید اُس سے مفلس ہو جاؤ - محنت کو خوش اسلوبی کے ساتھ

کرو۔ وقت پر کام کرنا۔ وقت کا ٹھیک انتظام کرنا۔ محنت کرنا۔ یہ سب باتیں بڑے ضروری کام کی ہیں۔ پھر استقلال ضرور ہے۔ سستی کی برابر کوئی آدمی کا تباہ کرنے والا نہیں۔ محنت کی اُچھل کود۔ بغیر محنت کے کچھ کام کی نہیں +

(۶) قرض ادا کرنے کے فائدے + ہم نے جو اُوپر باتیں بتائی ہیں اُن سے ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ تم کنجوس مکھی چوس بنو۔ اور سوائے رُوپیہ جوڑنے کے اور سب خیال دل سے اُڑادو۔ حریص طامع کی طرح عبدالزر ہو جاؤ۔ کہ زر کو صنم بنا کے پُوجا کیا کرو اور کبھی دولت سے پیٹ نہ بھرے اور مرنے کے بعد اپنی جمع کی ہوئی دولت مسرفوں کے اُڑانے کے لئے چھوڑ جاؤ۔ بلکہ فقط یہ بتلایا ہے کہ رُوپیہ کا جا اور بیجا استعمال کیسا ہوتا ہے۔ قرض کے اُتار دینے کی برابر کوئی خوشی نہیں۔ قرض کا بوجھ جو سر پر چڑھتا رہتا تھا وہ اُتر جاتا ہے۔ عدالت کے نام سے جو چہرہ فق ہوتا تھا۔ قرض خواہ کی صُورت سے جو چہرہ رنگ بدلتا تھا۔ قرض داری جو ایک غلامی کی حالت معلوم ہوتی تھی اِن سب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ قرض خواہوں کے آگے سرخروئی ہوتی ہے۔ آیندہ اعتبار بڑھتا ہے۔ اگر پھر قرض کی ضرورت ہو تو کم سُود پر آسانی سے مل سکتا ہے۔ سوا اس کے قرض کی حالت میں آدمی کوئی خیرات و صدقہ نہیں دے سکتا۔ ادائے دین کے بعد وہ آزاد ہے۔ سب بھلے کام کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی

اگر اپنی خواہشہائے نفسانی اور تن پروری کا غلام نہ ہو تو وہ قرضدار نہیں ہوتا۔ نفس کو مارنا قرض لینے سے بہتر ہے +

اشعار

بہ تمنائے گوشت مُردن بہ	کہ تقاضائے زشت قصاباں
نہیں غم تقد جاں گر ہاتھ سے جائے	نہ میں عطار سے لونگا دوا قرض

القرض مقراض المحبۃ مشہور بات ہے۔ وہ تجربہ سے بالکل سچ ثابت ہوئی ہے

شعر

دلا ہے بھیک بیگانوں سے بہتر	نہ مانگے آشنا سے آشنا قرض

اگر کوئی دوست قرض مانگے اور اُس کو صاف جواب دے دیں کہ ہم تم کو قرض نہیں دیتے تو محبت پہلے ہی بغیر قرض کے ختم ہو جاتی ہے۔ اگر قرض دیدیا دوست نے اُس کے ادا میں دیر کی اور جو تقاضا کیا تو اُس کو گالی سے زیادہ ناگوار گذرتا ہے۔ جس آدمی کی طبیعت میں نا دہندی نہ ہو اُس پر جو تقاضا کیا جاتا ہے تو اُسے بہت ناگوار ہوتا ہے اور غصہ آتا ہے۔ تقاضا کرنے والے پر نہیں۔ بلکہ اس بات پر کہ میرے پاس رُوپیہ کیوں نہ ہوا کہ قرض ادا کر دیتا۔ نا دہندوں کے بھاویں بھی تقاضا نہیں ہوتا۔ دونو صورتوں میں دوستوں میں رنجش ہو جاتی ہے +

بابِ نہم

دولت و خیرات

(۱) جو کچھ رُوپیہ خرچ کیا۔ وہ کبھی ہمارے پاس تھا۔
جو کچھ دیدیا ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے۔
جو چھوڑ گئے۔ وہ کھو گئے۔

(۲) خود نما آدمی کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور اسکے زیور پہنو۔
فیاض کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور بانٹ دو۔
بخیل کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور جوڑو۔
مہاجن کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور قرض دو۔
قمار باز کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور اُسے کھو دو۔

(۳) دانشمند کا مذہب یہ ہے کہ رُوپیہ پیدا کرو اور فائدہ مند کام میں لگاؤ۔

(۴) ایک دانشمند رُوپیہ پیدا کرنیکے لئے یہ تین قاعدے بتاتا ہے۔
اوّل جتنا تم حاصل کرسکتے ہو حاصل کرو۔ دوم جتنا تم بچا سکتے ہو بچاؤ۔
سوم جتنا دے سکتے ہو دو۔

(۵) بہت سے سست آدمی ایسے ہیں کہ بھیک میں ایک آنے کے
ملنے سے جیسے خوش ہوتے ہیں ایسے محنت سے آٹھ آنے پیدا کرنے

سے نہیں ہوتے +

(۶) بعض آدمی سُور چراتے ہیں اَور اُس کے پائے غریبوں کو خیرات کرتے ہیں - آدمی کفایت شعار ہوگا تو سخاوت کرسکے گا - کفایت شعاری اپنی ذات پر ختم نہیں ہو جاتی - بلکہ وہ اوروں کو اپنے فائدے پہنچاتی ہے - اپنا سلسلہ دُور تک پھیلاتی ہے - وہ اسپتالیں (دار الشفائیں) کالج قایم کرتی ہے - تعلیم کے اثروں کو پھیلاتی ہے - خیرات کے کارخانوں کو جماتی ہے - دونو دل و دماغ کی نیک صفات باعث سخاوت و فیاضی ہوتی ہیں - فیض رسان عالم کی خدا دوست رُوح ہے - قومی فلاسفیت و اخلاقی ذہانت کی کُرسی پر بٹھاتی ہے - عطا و بخشش و خیرات وہ نعمت ہے کہ جس سے نہایت محتاج مفلس و مفلوک الحال روز روز کے روٹی کمانے والے - بہرہ یاب ہوتے ہیں - اَور اس نعمت کے دینے والے اَور لینے والے دونوں مسرُور ہوتے ہیں +

بیکسوں کی مدد کرنے کا فرض انسان پر ایسا ہے کہ اُسکے ادا کرنے کی نفیری سارے جہان میں بج رہی ہے - یہ فرض خاصکر خدا دوست اَور خیر خواہان خلایق کے ذمّے زیادہ تر ہے - ہر شخص بیواؤں اَور یتیموں کے مصائب اَور رنج و قلق کے دُور کرنے کے لئے سعی کرنے کو فرض موکد جانے اَور اپنے گروہ کا حق اپنے اُوپر یہ سمجھے کہ اسکی ترقی و بہبودی کے اسباب کا معاون ہوں +

اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم دولت کی قوتوں کو بڑے مبالغے سے بیان کیا کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ دولت مندوں ہی سے خیرات کے کاموں کے لئے بڑے بڑے چندے وصول ہوتے ہیں۔ جس سے اُن کی فضول دولت کا ایک حصّہ یا اُن کا ناجائز طور سے رُوپیہ کمایا ہوا کار خیر میں صرف ہونے لگتا ہے۔ مگر کسی کار خیر کی تکمیل نہ اُن چندوں سے ہو۔ نہ رُوپیہ سے قوموں میں بڑی تبدیلیاں دولتوں سے نہیں ہوئیں۔ بلکہ اُن آدمیوں سے ہوئی ہیں۔ جنھوں نے اپنے تئیں اِن کاموں میں وقف کر دیا ہے۔ لا مذہبی کی آفات سے نجات دلائیں۔ عمدہ و مناسب و مفید مشاغل کی طرف توجہ دلائیں۔ بہت طرح سے خوشدلی و راحت پہنچائیں۔ وہ اپنے کاموں میں سخت محنت و جفاکشی اُٹھاتے ہیں۔ ہر وقت اُن کے دل کو اُن کاموں سے لَو لگی رہتی تھی۔ رات دن اسی فکر میں رہتے تھے۔ قوموں کی شائستگی کی تاریخ کو پڑھو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اوروں کی اعانت کرنے کے لئے دولتمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے غریب مفلس آدمی فیض رسان خلائق ہوتے ہیں۔ بانیان مذہب تو زیادہ تر فقیر ہی تھے۔ خیر بے ریا اور فیض بے غرض کی ضرورت ہے۔ تم دولت کے برابر کسی چیز کا نرخ بالا نہیں کرتے۔ آدمی اکثر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ دولت ہی کی ضرورت ہے۔ بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہیں کہ فقط اِس لئے کہ اوروں کی رائے اُن کی نسبت اچھی ہو اور ساری خلائق

اُن کی تعریف کرنے لگے اپنی تھیلیوں کا مُنہ کھول دیتے ہیں۔اوُر اُس پر
نمز و ناز و غرور کرتے ہیں۔بعض قومیں دولت کی پرستش کرتی ہیں۔ بنی
اسرائیل نے سونے کا بچھڑا بنا کے پرستش کی تھی۔ یونانی جیوپیٹر کو سونے
کا بنا کر پُوجا کرتے ہیں۔ہندو لکشمی کی پُوجا کرتے ہیں۔آدمیوں کی قدر
کا اندازہ رُوپیہ سے کرتے ہیں کہ وہ لکھ پتی ہے اوُر کروڑ پتی ہے۔ یہ
انسان کی دنائت طبیعت ہے کہ وہ روپیہ سے محبت کرے اوُر اُس کے
قبضہ کے موافق اوُر آدمیوں کی قدر سمجھے۔ اکثر یہ سوال ہوا کرتے ہیں
کہ وہ کتنے رُوپیہ کا آدمی ہے؟ اوُر اُس کی آمدنی کیا ہے؟ اگر کسی شخص
کو یہ کہو کہ وہ بالکل نیک نہاد فیض رساں اوُر صاف دل ہے تو کوئی
نہیں سُنے گا۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ فلاں آدمی کروڑ پتی ہے تو سب کے
کان کھڑے ہونگے۔ دولت مندوں کی زیارت کو بہت آدمی آتے ہیں۔
اوُر جب وہ رستے میں چلتے ہیں تو اُن کے لیئے رستہ چھوڑ دیتے ہیں۔
غرض یہاں دولت پر آدمی مرتے ہیں۔ اُسکے پیدا کرنے میں اپنی خصایل
کو عیب لگاتے ہیں۔ رُوپیہ کا پیدا کرنا گویا آدمیوں کی خصلت میں داخل
ہوگیا ہے۔کچھ جایز و ناجایز طور سے اُسکے حاصل کرنے میں فرق نہیں
سمجھتے۔ دولت کو سمجھتے ہیں کہ خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو۔ دولت کی عزت
کرنے میں لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ کسطور سے حاصل ہوتی ہے۔
جب دولت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے اخلاق

کے عیبوں کو مٹائیے۔ رشوت میں خوب روپیہ کمالیا۔ پھر اگر ہندو ہیں تو مندروں پہ بڑے بڑے چڑھاوے چڑھ رہے ہیں۔ جاترائیں ہو رہی ہیں سدابرت بٹ رہے ہیں۔ اگر مسلمان ہوتے تو زکاۃ و خمس دیرہے ہیں اوؔر مال حرام کو مزکّے بنارہے ہیں۔ حج کو جاتے ہیں۔ نوسو چوہے مار کے بلی حج کو چلی کہواتے ہیں۔ اوؔر وہاں سے اپنے تئیں معصوم بناکے آتے ہیں۔ غرض اپنے مذہب کا تعصب دکھاتے ہیں۔ نماز و وظیفے لمبے لمبے پڑھتے ہیں۔ خیرات کے چندوں میں بھی بڑی بڑی رقمیں لکھ دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر کوہِ زر ان کے دل کو اوؔر رُوح پر گرانی کرتا ہے۔ جو شخص دولت کے وزن کو سہار جاتا ہے اوؔر اپنی محنت و جفاکشی کو نہیں چھوڑتا تو وہ بڑا جوانمرد ہے۔ دولت سے مست نہ ہونا بڑی جوانمردی ہے۔ اکثر تو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں دولت مند ہوئے عیش و آرام کے بندے ہوئے۔ کاہلی اوؔر سُستی نے ان کا دامن پکڑا اوؔر وہ اپنی خودآرائی اوؔر تن پروری میں مشغول ہوئے +

اگر آدمی کو دولت کے سبب سے آدمی بھول نہ جاتے تو دُنیا میں جو اب بُرائیاں ہوتی ہیں۔ اُن میں سے آدھی جاتی رہتیں۔ اگر دولتمند مفلسوں کے حال سے غافل نہ ہوتے اوؔر مفلسوں کو اُن پاس جانے کی اجازت ہوتی تو بہت سی بُرائیاں جاتی رہتیں۔ دولتمندوں پہ واجب ہے کہ وہ غربا نوازی کریں کہ جس سے اُن کے دل میں اُن کی جگہ ہو۔ بہت سی

عمارات دلکش اور روح افزا بنائیں کہ جن سے خلق کو تفریح حاصل ہو۔
بہت سے مکان ایسے بنائیں کہ جن میں مفلس عاجز محتاج آرام سے رہ
سکیں۔ درس گاہیں مقرر کریں۔ بڑے بڑے کتب خانے بنائیں۔ غرض
سب طرح کا رفاہ عام اور آسودگی انام کی کریں ؎

آدمیوں کو دولت جوڑنے کا ایسا شوق دامنگیر ہوتا ہے کہ گو دولت
کے ڈھیر اُن کے چاروں طرف لگے ہوں۔ مگر وہ اور زیادہ دولت مند
ہونے کے لئے ایسی جفا کشی کرتے ہیں جیسے کوئی اپنے افلاس کے دور
کرنے کے لئے مشقت شاقہ اُٹھاتا ہے۔ ایک ایک روپیہ بڑھانے کے
لئے بڑے بکھیڑے پر بکھیڑے کرتے ہیں۔ گو دولت اتنی اُن کے پاس جمع
ہوتی ہے کہ اُس سے وہ متمتع نہیں ہو سکتے۔ مگر پھر بھی بعض اوقات
تھوڑے فائدوں کے لئے وہ کمینے و رذیل کام کرنے لگتے ہیں۔ غرض
وہ فضول دولت کے بڑھانے میں متواتر کوشش سے اپنے تئیں ہلکان کرتے
ہیں۔ شاید اکثر ایسے آدمی وہ ہوتے ہیں کہ جنھوں نے ابتداء عمر میں تعلیم
سے استفادہ نہیں اُٹھایا کہ وہ علم سے محظوظ ہو کر مسرور ہوں۔ کتابوں
کا مذاق رکھیں۔ بعض اوقات وہ ایسے جاہل ہوتے ہیں کہ پورا نام بھی
اپنا نہیں لکھ سکتے۔ اُن کو تو رات دن یہ دُھن لگی رہتی ہے کہ دھن دولت
کیونکر بڑھ سکتی ہے۔ سوا روپیہ کے کسی اور بات کا خیال کرنا اُن کے مذہب
میں حرام ہوتا ہے۔ دولت اُن کا دین و ایمان ہوتا ہے۔ وہ اولاد کو بھی

تنگ حال رکھتے ہیں۔ اور تعلیم پاجیانہ دلاتے ہیں۔ انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ ساری دولت جمع کی ہوئی اُن بچوں کے ہاتھ میں آتی ہے کہ پہلے جن کا ہاتھ خرچ سے روکا گیا تھا اب وہ زیادہ کشادہ ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم میں نقص رہا تھا۔ اس کے سبب سے وہ دولت کو فضول خرچیوں میں اُڑاتے ہیں۔ باپ کی طرح محنت و کام کی سیوا نہیں کرتے۔ نئے نواب و راجہ بن جاتے ہیں اور شاہانہ خرچ رکھتے ہیں۔ اس شاہ خرچی سے تھوڑے دنوں میں دولت پر لگا کے اُڑ جاتی ہے۔ بہت سی مثالیں ایسی دیکھنے میں آتی ہیں کہ اوّل نسل میں ایک خاندان کا عروج ہوا۔ دوسری نسل فضول خرچیوں کے بھنور میں پڑی۔ تیسری نسل بالکل ایسی ڈوب گئی کہ کہیں پتا نہ لگا۔ ایک انگریزی مثل ہے کہ دو دفعہ کھڑاویں ایک دفعہ بوٹ۔ اوّل مفلس دادا کھڑاویں پہنتا تھا جس نے اپنی محنت و مشقت سے دولت جمع کی جو بیٹے کے ہاتھ لگی کہ جس نے خوب بوٹ پہنے اور امیرانہ ٹھاٹ بنائے۔ اور دولت کو خاک میں ملایا۔ اب پوتے کی پھر یہ نوبت افلاس کی پہنچی کہ کھڑاویں پہنیں۔ مثل مشہور ہے کہ دادا ہاتھی پر چڑھے۔ پوتا بھیک مانگے یا چوری کرے۔ دادا نے جفاکشی سے اپنی دولت کمائی کہ فیل نشین ہوا۔ بیٹے نے یہ ساری دولت خاک میں ملائی۔ اب پوتا کیا کرے؟ بھیک مانگے یا چوری کرے۔ تاجروں کو دیکھتے ہیں کہ آج بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔ کل گدا ہوگئے وہی بڑے بڑے منصوبے اور تدبیریں

اور خیالات کہ جن سے دولت بڑھائی تھی اُن کے حق میں زہر ہو گئے۔ اُور اُن کو امیر سے فقیر بنا دیا۔ بڑھاپے میں خوش دلی جب حاصل ہوتی ہے کہ اس عمر میں دولت پیدا کرنیکے تمام فکر و تردد چھوڑ دے اور اس کے لئے محنت و مشقت نہ کرے۔ نوجوانی اُور متوسط عمر میں آدمی کو چاہیئے کہ دل و دماغ صحیح و چست و چالاک رکھے۔ تحصیل علم کرے اُور ایسے کاموں میں دل لگائے جو پہلے ہو چکے ہیں اُور ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں دُنیا کو زیادہ عاقل اُور آسودہ حال بنانے کے لیئے ہو رہے ہیں۔ اکثر آدمیوں کو زندگی میں اتنی فرصت ملتی ہے کہ وہ سوانحات عمری اُور تواریخ کے مطالعہ میں دل لگائیں اُور علوم و فنون اُور عمدہ کاموں سے جو دولت کے پیدا کرنے سے متعلق نہیں ہیں مہارت پیدا کریں۔ صرف دل بہلانے کے کاموں سے مطلب برآری نہیں ہوتی کھیل۔ تماشوں اور لہو ولعب سے خوشدلی نہیں حاصل ہوتی۔ جو شخص عیش و طرب کا بندہ ہوتا ہے وہ نہایت کم بخت ہوتا ہے۔ خصوصاً بڑھاپے میں تو اُور بھی زیادہ۔ فقط کاروبار دُنیا کی سیوا کرنی کچھ اچھی ہے۔ مگر اُن کے برخلاف۔ علم ادب۔ فلسفہ۔ علوم و فنون یہ سب ایسی خوشبوں سے بھرے ہیں کہ آدمی کو تا دم واپسین خرم و شاد رکھتے ہیں۔ اگر کسی پیر کہن سال کو سواء دولت جوڑنے کے کوئی اُور خوشی نہ ہو تو اُس کی بڑی حرماں نصیبی ہے۔ وہ ہمیشہ کولھو کے بیل کی

طرح ایک چکر میں پھرتا ہے۔ دولت ہی بڑھانے کے فکر میں رہتا ہے
اِس سے کیا ہوتا ہے۔ دولت مندی۔ بجائے مفید ہونے کے مضر
ہوتی ہے۔ وہ طمع و لالچ کا غلام بنجاتا ہے۔جس سے زیادہ بدتر کوئی
گناہ نہیں۔ خلق اُسکا ذکر خیر کے ساتھ نہیں کرتی۔ بُرائی کے ساتھ یاد
کرتی ہے۔ وہ خود اپنے تئیں سیٹھا سمجھنے لگتا ہے۔جب ایک دولتمند
کا وقت آخر آگیا تو اُس نے اپنی اشرفیوں کا صندوقچہ منگایا اور اشرفیوں
کو ہاتھ میں لیا اور اُن کو خوب بھینچا اور پیار کیا گو اسوقت دنیا نے اس
سے مُنہ پھیر لیا تھا مگر وہ اشرفیوں ہی کی طرف مُنہ کئے ہوئے تھا۔
معلوم ہوتا تھا کہ رُوح اُس کی اِن اشرفیوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ جو
نہایت مشکل سے نکلی یہ وقت کیا اسپر سخت گذرا ہوگا۔ اُسکی کوئی تسکین
خاطر اِس کے سوا نہ تھی۔ کہ وہ اشرفیاں اُسکی ساتھ جائیں۔ ایک کنجوس
نزع کی حالت میں یہ کہہ رہا تھا کہ میری دولت میرے ساتھ جائے۔ کوئی
مجھے میری دولت سے محروم نہ رکھے۔ یہ حالت کیسی کلفت انگیز و دردآمیز
ہے ✤ دولتمندوں کو سواء اِسکے کیا مِلتا ہے کہ خلق کہتی ہے کہ وہ
اِتنا رُوپیہ چھوڑ مرے۔ دولت سے کوئی اُن کو عظمت و جلال کا درجہ و رتبہ
نہیں مِلتا۔ دولتمند کی تعریف دولت ہونے کی جہت سے گنوار کیا کرتے
ہیں۔ بعض بڑے بڑے دولتمند ایسی گمنامی میں رہتے ہیں کہ کوئی نہیں
جانتا کہ وہ کون ہیں۔ زیادہ تر دولت مند جاہل ہوتے ہیں۔ نہ اُن کے

اخلاق کا ٹھکانا ہوتا ہے نہ اُن کی معاشرت کا کوئی ڈھنگ ہوتا ہے۔ اگر کسی شہر کے دولتمندوں کی فہرست بنائی جائے تو کوئی اُن میں بنیا ہوگا کوئی بزاز ہوگا۔ کوئی لوٹیا ہوگا۔کوئی صراف مہاجن ہوگا۔ کوئی گوٹہ والا۔کوئی کارخانہ دار کوٹھی وال ہوگا۔ ان کی جو عزت کا حال ہے وہ سب پہ کھلا ہوا ہے۔ دنیا میں جتنے دولتمند اَور طامع حریص ہوتے ہیں وہ خود خیال کریں اَور خلق ان کے لئے خیال کرلے کہ جن جانکاہیوں اَور جانفشانیوں سے دولت پیدا ہوتی ہے اُس کا یہ معاوضہ ملتا ہے۔ اس معاوضہ میں کیا خوبی ہے۔ بعد مرنے کے خلق کہتی ہے کہ فلاں شخص اتنی دولت چھوڑ مرا۔ یہ دولت قبر میں کچھ کام نہیں آتی۔ بلکہ یوم الحساب کے محاسبہ کو طول دیتی ہے ✦

خلیفہ صلاح الدین جو دُنیا کے اعلےٰ درجہ کے بڑے ناموروں میں سے ایک ہے اَور اُس نے ایران عرب شام اَور بہت سے ملک فتح کئے اَور اپنے زمانہ میں بے نظیر وبےمثل۔ شجاع وفتح مند ومظفر ومنصور تھا۔ جسکی حکومت اَور دولت کی انتہا نہ تھی۔ وہ دولت کی لغویت اَور ہیچ پوچ ہونے کو خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا کہ بہت سا حصہ اُس کے خزانوں کا مسلمانوں، یہودیوں اَور عیسائیوں میں تقسیم کیا جائے کہ اِن تینوں مذہب کے علماء اُسکے لئے خدا تعالیٰ سے دعاء مغفرت مانگیں۔ اَور اُسکا کُرتہ جو مرنے کے وقت وہ پہنے ہوئے تھا

ایک نیزہ کی نوک پر لٹکایا جائے اوز ایک سپاہی اس کو لیکر سارے لشکر میں پھرے اوز جا بجا کھڑا ہوکر یہ پکارے کہ سلطان صلاح الدین کیا چھوڑ مرا ہے؟ تمام سلطنتیں اوز ملکتیں جو اس نے فتح کیں اوز صوبے مطیع بنائے۔ بے انتہا خزانے جو جمع کئے اس کے پاس مرتے وقت سوا اس کرتے کے کچھ اوز پاس نہ تھا *

دولت و خوشدلی میں کچھ ضرور نہیں کہ باہم رشتہ مندی ہو۔ یعنی یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو دولتمند ہو وہ زیادہ خوش بھی ہو۔ ہم بعض صورتوں میں کہہ سکتے ہیں کہ خوشدلی کو دولت سے نسبت معکوس ہوتی ہے۔ اکثر آدمیوں کی زندگی کی خوشدلی کا حصّہ وہ ہوتا ہے۔ جس میں تنگفلسی سے جنگبازی کرتے ہیں اوز بتدریج اپنی حالت کو بہتر و برتر بناتے ہیں اس حالت میں وہ اوز ان کی خاطر سے اپنے نفس کی خواہشوں کو دباتے ہیں اوز اپنی کمائی میں آیندہ استغنا کے لئے کچھ بچاتے ہیں۔ اوز اپنی روٹی پیدا کرنیکے لئے اپنے دل کی وہ تربیت و تعلیم کرتے ہیں۔ جس سے وہ زیادہ دانا اوز اچھے ہوں اپنے گھروں میں بہت خوشدل رہتے ہیں اوز اپنے گروہ کے حق میں فائدہ مند ہوتے ہیں *

آدمی کو ہر زندگی کی حالت کے معاوضے ملتے ہیں۔ متمول اوز مفلس کی قسمتوں میں ایسا فرق نہیں ہے جیسا کہ اکثر لوگ خیال کرتے ہیں۔ متمول کو اپنے فائدوں کے لئے بڑی جانکاہی اوز جانفشانی کرنی پڑتی

ہے اپنی ملکیت اور قبضہ کے لئے بڑے بڑے فکر کرتا ہے اسکو ہمیشہ
یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی میری دولت چھین نہ لے۔ کوئی مجھے دھوکا
اور فریب نہ دیدے۔ آسامیوں کی نوجیں اس کو گھیرے رہتی ہیں۔ اور
اس کی تھیلیوں پر تاک تاک کے اپنے تیر لگاتی ہیں اور ان میں چھید
ڈالتی ہیں اور چھیدوں سے روپیہ نکال لیتی ہیں۔ کبھی وہ خود ہی
بامید منفعت ایسے سودے کرتا ہے کہ جھٹ پٹ دوالہ نکل جاتا ہے۔
اور پھر اسی پیچ میں وہ غلطاں پیچاں رہتا ہے۔ آخر کو بازار میں
اجناس کے اتفاقی بھاؤ اس کو بھکا کر دل شکستہ کر دیتے ہیں۔ نفع و
نقصان کی ادھیڑ بن میں اس کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ وہ دن
کو بھی جاگتا ہے اور رات کو بھی۔ دماغ پریشانیوں اور حیرانیوں سے
بھرا رہتا ہے +

دولتمندوں کی غذا ایسی ہوتی ہے جس سے وہ بیمار زیادہ پڑتے
ہیں اور ان کی بھوک کم ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے مفلس آدمیوں
کی اشتہا بہت اچھی ہوتی ہے۔ جو کھاتے ہیں ہضم ہو جاتا ہے۔ ایک
فقیر نے ایک لکھ پتی دولت مند سے سوال کیا کہ میں بھوکا ہوں کچھ
کھلا دیجئے۔ اس دولت مند نے جواب دیا کہ مجھے تیرے بھوکے ہونے
پر حسد و رشک ہوتا ہے۔ ایک طبیب نے ایک امیر کو نسخہ یہ لکھ دیا تھا
کہ آٹھ آنے روز محنت سے پیدا کرکے کھایا کرو۔ دوسرے امیر کو یہ نسخہ

لکھا۔ کہ جب قلعہ کو غنیم گھیر لے تو اس کا علاج یہ ہے کہ چاروں طرف سے اس کی رسد غلہ بند کردی جائے تو غنیم قلعہ کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ مزدور سوچتا کم ہے اس کو اثر قلبی بھی کم ہوتا ہے۔ اس میں ہاضمہ کی قوت شتر مرغ کی سی ہوتی ہے کہ پتھروں کو بھی ہضم کر جاتا ہے۔ برخلاف اسکے جو آدمی کام نہیں کرتے وہ معدے کو کبھی بھولتے نہیں اور منہ میں ہر نوالہ کے ساتھ ان کو معدہ کا خیال ہوتا ہے۔ بھوک کا نہ لگنا اور محنتی ہونا یہ دونو باتیں بہت ہی کم ساتھ ہوتی ہیں۔ بس دیکھ لیا کہ نیچر کسی کا طرفدار نہیں۔ جب کسی کو ایک طرح سے راحت پہنچاتا ہے تو دوسری طرح سے اس کو تکلیف دیتا ہے۔ بہت سے آدمی دولتمندوں کی دولت اور جاگیر کو دیکھ کر ان پر حسد کرتے ہیں۔ مگر ان جوکھوں اور تکلیفوں اور خوفوں کو خیال نہیں کرتے جنسے وہ حاصل ہوئی ہیں+

غریب ہونا بےعزتی نہیں ہے۔ غریبی جو دیانت و راستی کے ساتھ ہوتی ہے اُسکی تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں۔ جب ایک آدمی ناجائز کام کرنے کے لئے نہیں جھکتا اور اپنے تئیں روپیہ کی عوض نہیں بیچتا تو وہ کوئی ذلت کا کام نہیں کرتا۔ اُس کی غریبی عزت کے قابل ہے۔ جو شخص اپنے تمام خرچوں کو اُٹھا کر بچا لیتا ہے وہ غریب نہیں ہے۔ جو شخص تمام چیزوں کی جن کو مول لیتا ہے نقد قیمت دیتا ہے - وہ غریب نہیں ہے - بلکہ خوشحال ہے۔ اس کی حالت اُس امیر اسراف سے اچھی ہے

جو بقال قسائی۔ بزاز۔ درزی۔ موچی سے چیزیں اُدھار لے کر اپنی حیثیت بنالے۔ کوئی شخص غریب اس سبب سے نہیں ہوسکتا کہ اُس پاس کچھ نہ ہو بلکہ اِس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ کام نہ کرے یا نہ کرسکے۔ جو شخص کام کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اور خوشی سے اُس کو کرتا ہے وہ اُس آدمی سے بہتر ہے کہ جس پاس دس ہزار روپیہ ہوں اور کام کرنے کی ضرورت نہ رکھتا ہو +

غریبی کی بابر کوئی چیز ذہنوں کی تیز کرنے والی نہیں ہوتی۔ اِس سبب سے اکثر بڑے آدمی وہی ہوتے ہیں جو پہلے غریب مفلس تھے غریبی اخلاق کو پاکیزہ ونفیس کردیتی ہے۔ اہل ہمت ہمیشہ مُشکل کاموں ہی کے کرنے سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ کی شہادت پر اعتماد کریں تو بہادر۔ شجاع۔ سچے۔ جلیل القدر دولت کے تناسب نہیں گذرے جسقدر کہ بے دولتی کے تناسب گذرے ہیں جو سب میں اچھے ہوتے ہیں وہ غریب ہی ہوتے ہیں اُنھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہماری ضرورتوں کے لئے کافی ہے۔ ایک خداپرست کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسکینی غریبی کو پیدا کیا ہے مُصیبت بلا کو نہیں پیدا کیا۔ اِن دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے کہ غریبی مسکینی سچائی کیساتھ معزز بناتی ہے۔ مصیبت زدگی عاجز کرتی ہے۔ مُصیبت زدہ ہونا۔ اکثر بدچلنی اور کاہلی اور نشہ بازی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ غریبی مسکینی بےعزتی

نہیں جو اُس کو اپنا شعار بنالے - مگر جو اس کو لاٹھی بنا کے ہاتھ میں پکڑ کر گرم کرے اور گھر گھر بھیک مانگتا پھرے تو وہ کوئی کام اچھا نہیں کرتا بلکہ زیادہ تر بُرے کام کرتا ہے +

دولتمندوں سے غریب آدمی بہت زیادہ خوش رہتے ہیں گو اُنکی خوشحالی قابل رشک ہوتی ہے - مگر ہر کوئی غریب رہنا پسند نہیں کرتا - ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے غریب آدمی جنکے بدن پر کپڑے بھی پورے نہیں ہوتے ہشاش بشاش گاتے پھرتے ہیں - کوئی غم و رنج کے آثار اُنکے چہرہ پر نمایاں نہیں ہوتے - غرض خوش و ناخوش ہونا مزاجوں کے مختلف ہونے پر موقوف ہے - کچھ دولتمندی کی حالتوں کے اختلاف پر نہیں - اگر ایک شخص کا مزاج قانع ہو تو وہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی والے کے برابر خوش حال رہے گا +

دولت پر انسان کی بھلائی یا بُرائی منحصر نہیں ہے - دولت بھلائی کا بیج ہے جس کو رُوح کہ وہ دولت سے بے انتہا زیادہ طاقتور ہے تبدیل کرتی ہے اور اپنی مرضی کے موافق اُسکو کام میں لاتی ہے اور اس طور سے مزاج کو خوش یا ناخوش بناتی ہے وہ خود علیحدہ کم دیتی ہے +

ہمارا مُلک بھی خیرات کرنے میں مشہور ہے جسکا بیان آگے آئے گا - مگر انگلستان کی برابر کوئی ملک خیرات کرنے والا نہیں - اگر کوئی مسافر اجنبی جالنے تو وہ ان دریا دلوں کی یادگاریں دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائے جنھوں نے اپنی دولت کثیر کروڑوں روپیوں کی خود بخود دیدی

کہ جن سے لاکھوں آدمیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ گو اجنبی پردیسیوں کو
یہ دیکھ کر حیرت و تعجب ہو مگر جو وہاں کے اصل رہنے والے حقیقت حال
سے آگاہ ہیں اور اپنے ملک کے حامی اور اپنی قوم کے فدائی ہیں اور وہ
اس خیرات کو بڑی نظر تعمق اور تامل سے دیکھتے ہیں وہ اس عطیہ زر پر
یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک امر نہایت مشتبہ ہے کہ خیرات سے خیر محض
ہی پیدا ہوتی ہو جیسے اندھا آدمی کبھی بے راہ چلتا ہے ایسے ہی خیرات
کا حال ہے کہ وہ اندھی ہوتی ہے اور اُن پاس چلی جاتی ہے کہ جن پاس
اس کو نہ جانا چاہیئے۔ جبتک دانشمندانہ خیرات میں دولت تقسیم نہ کیجائے
وہ فائدوں سے کہیں زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر لندن میں یہ خیرات
کی مدد غربا و مساکین کی حالت کو بہتر و برتر کر دیتی تو کوئی شہر دُنیا میں
اس سے زیادہ خوشحال اور آسودہ نہ ہوتا۔ تین کروڑ روپیہ سالانہ کی خیرات
اسمیں ہوتی ہے اور اُس کی تین باشندوں میں سے ایک اِس خیرات کے
کارخانوں سے پلتا ہے۔ چندوں کی فہرستوں کے دیکھنے سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ وہاں کسی کار خیر کے لئے چندہ کا جمع ہو جانا کوئی بڑی
بات نہیں۔ کوئی صاحب جاہ و ذی وقعت و صاحب رعب آدمی دولت
مندوں سے چندہ کی تحریک کرے تو وہ اُس کو خاطر خواہ چندہ دیدینگے
کیونکہ ہر شخص خیرات کرنے کو اپنا مذہبی فرض جانتا ہے وہ اس دینے
سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا وقت جو اس کی تقسیم میں خرچ ہوتا وہ بچ گیا۔

مگر اسطرح بے سوچے سمجھے روپیہ کا دیدینا اور اُس کا خیال نہ کرنا کہ وہ کسطرح
مصرف میں آئیگا۔ خلق کو منفعت پہنچانے کی بجائے مضرت پہنچاتا ہے۔
سچی سخاوت روپیہ دینے میں نہیں ہے بے تمیزی کے ساتھ عطیات
خیرات کو غربا میں تقسیم کر دینے سے کوئی اثر سوا اسکے نہیں ہوتا کہ وہ اپنی
غیرت و حیا کو برباد کردیں اور اپنی آپ عزت کرنے کو خاک میں ملادیں اور
نیکی کے کام جو بظاہر ہو رہے ہیں اُن کے سررشتے کو ڈھیلا کر دیں +

بہت سے طریقے خیرات کرنے کے ایسے ہیں کہ جس برائی کے دور
کرنے کے لئے وہ کئے جاتے ہیں اُسی برائی کو بعینہٖ پیدا کرتے ہیں اور غربا
کو عادی اسکا بناتے ہیں کہ وہ اوروں کی خیرات سے زندگی بسر کیا کریں
اور وہ جو اصلی معاشرت و تمدن کے بہبودی کے اصول ہیں جن کو
وہ خود اختیار کرسکتے ہیں اس سے اجتناب کیا کریں۔ لندن میں یہ خیرات
کی کثرت سے محتاجی کی مصیبت رفع نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھتی ہے اور سوا
اس کے اور مصائب پیدا کرتی ہے۔ جاہل کاہل آدمی جانتے ہیں کہ
ہمکو بغیر محنت وسعی کے وہ فائدے اور آرام اور انعام ملجائینگے جو محنت
سے ملا کرتے ہیں۔ جزرسی اور کفایت شعاری کی پروا نہیں ہوتی اور
تن پروری اور فضولی اور ایسے طریقوں کے اختیار کرنے کی جس سے
مفلسی پیدا ہو۔ ان باتوں کی عادت ڈالنے کی لوگوں کو ترغیب ہوتی ہے
کن آدمیوں کو خیرات دی جاتی ہے؟ اوّل اُن آدمیوں کو جو خود

جفاکش اور محنتی نہیں ہوتے وہ خواستگار اوروں کی امداد کے ہوتے ہیں۔ دوم ان آدمیوں کو جو بدترین خلایق ہوتے ہیں انکو آرام پہنچایا جاتا ہے۔ ایسے کاہل آدمیوں کی پرورش کا بوجھ کن آدمیوں کے سر پر پڑتا ہے؟ جو خود بڑے جفاکش ہوتے ہیں۔ اپنی سعی و عرق ریزی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خیرات اپنا ہاتھ اُن لوگوں کے لئے کھولتی ہے کہ ننگ خلایق ہوتے ہیں۔ وہ اُن کی مدد نہیں کرتی جو جانفشانی کرتے ہیں اور دیانت رکھتے ہیں۔ وہ خیرات جسمیں فقط روپیہ کا دیدینا ہو ایک سست کام ہے بلکہ ایک کاہلی کی برائی اُس میں پائی جاتی ہے +

روپیہ دیدینے سے محبت قومی اور حمایت مُلکی کا کام سرانجام نہیں ہوتا ایک شخص کہتا ہے کہ نیک آدمیوں کے گناہوں سے اور خدا پرستوں کی بدعتوں سے اور دانشمندوں کی حماقتوں سے جتنے دفتر سیاہ ہوسکتے ہیں اُتنے انسانوں کے ظلم سے نہیں ہوسکتے۔ دُنیا میں دانشمندوں کے کاموں کا بڑا حصّہ یہ ہے کہ وہ نیکی میں سعی کرنے کی نفی کر دیتے ہیں۔ خیرات سے اکثر عام کاہلی اور برائی پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے دل میں خیرات کا جوش اٹھنا اُس کو بڑا خوش کرتا ہے اور خیرات کرنے پر آدمی کو بڑا فخر و ناز ہوتا ہے۔ مگر انسان کی دانشمندی اِس میں بڑا مغالطہ کیا کرتی ہے۔ اِس سے قومی نیکیوں میں خاص آدمیوں کی

غلطیوں سے وہمی برمی پیدا ہوتی ہے۔ خیرات کرنا آسان کام ہے مگر جو اس سے بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کا روکنا بڑا دشوار ہے۔ محبانِ قومی اور فدائیانِ ملکی وہ ہیں کہ وہ فلاکت اور محتاجی اور افلاس کے روکنے میں کوشش کریں اور دل سے غربا کی نہایت مدد اس کام میں کریں کہ وہ اپنی مدد آپ کرنے لگیں۔ انگلستان میں بڑی بڑی سوسائٹیاں اس قسم کی ہیں کہ وہ غریبوں کی بڑی مدد اس کام میں کرتی ہیں کہ وہ خود اپنی مدد کرنے کے قابل ہو جائیں اور دوسروں کے محتاج نہیں رہیں اور اس طرح اپنی حالت کو بہتر اور برتر بنالیں۔ وہ خود بےتمیزی سے دولت کو خیرات میں برباد نہیں کرتے۔ یہ سوسائٹیاں وہ کام کرتی ہیں کہ مزدوروں و ملاحوں کے لیئے مکانوں کو اچھا بناتی ہیں۔ حمام اور نہانے کے سامان تیار کرتی ہیں۔ انتظام خانہ داری۔ اور جزرسی۔ و کفایت شعاری کی عادتیں ڈلواتی ہیں۔ اور علم کی اشاعت عوام میں کرتی ہیں۔ یہ کارہائے عظیم ان کے ہوتے ہیں۔ اپنی قوت بازو سے زندگی بسر کرنے کی بُنیادوں میں وہ سُرنگیں نہیں لگاتیں۔ بلکہ سچے طور پر خلق کو اپنی مدد آپ کرنے کے اُصول کو سکھاتی ہیں اور ہر طرح سے اسی اصول کی حامی اور معاون ہوتی ہیں۔ غرض وہ عام خلایق کی بہبودی کی سچی خیرخواہ اور بہی خواہ ہیں اور ہمیشہ اُنکی محنت کے نتیجے اچھے ہوتے ہیں ✤

اب ہم اپنے مُلک کے خیرات کے طریقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمارے مُلک میں خیرات کے طریقے وہی چلے آتے ہیں جو پہلے سارے عالم میں تھے مگر اُن کی بُرائیوں کو مہذب ملکوں نے دیکھ کر ترک کر دیا ہے گو وہ ابھی بالکل تو اُن کو ترک نہیں کر سکے ہیں۔ مگر آخر کو معلوم ہوتا ہے کہ ضرور وہ اُن کو بالکل چھوڑ دینگے۔ ہمارے مُلک میں اسی تہذیب و شائستگی نے قدم رکھا ہے۔ کچھ اُسکے شدید تقاضے سے ہم بھی طریقے جدید اختیار کرتے رہتے ہیں۔ مگر ابھی تک غلبہ انہیں پُرانے طریقوں کو ہے۔ ہمارے مُلک میں دو بڑے فریق عظیم ہندو مسلمان ہیں اِن کے خیرات کے طریقے بعض مشترک بعض مختلف ہیں۔ ہندؤں کے ہاں ایک فرقہ سب سے زیادہ متبرک برہمنوں کا ہے جن کا زیادہ تر حصّہ دان پُن سے پرورش پاتا ہے۔ ہندؤں کے یہاں گو یہ فرقہ مخصوص خیرات کے لئے ہوگیا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اِن میں برہمن جیسے بیکار اور کاہل اور تن پرور ہوتے ہیں ایسے کسی اور فرقہ کے ہندو نہیں ہوتے۔ جہاں جہاں بڑے بڑے شوالے اور مندر ہیں وہاں گروہا گروہ برہمن ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ کچھ کام نہیں کرتے۔ دان پُن سے پرورش پاتے ہیں۔ اور بہت کچھ اُن کو ہاتھ لگتا ہے اِن میں سے اکثر مال کو بُری طرح خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اِن میں محنت کرنی اور مشقت اُٹھانے کی عادت بہت کم ہوتی ہے۔ بھوجن کرنا۔ نشہ پینا۔ سو رہنا۔ غرض وہ کام کرتے ہیں

جو جاہل کاہل کیا کرتے ہیں۔ غرض اس خیرات کے طریقہ نے کاہلی کو بڑھایا ہے۔ محنت کو گھٹایا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں ڈھائی رُوپیہ سیکڑا مال پر زکاۃ بشرائط چند فرض ہے اس زکاۃ کا رُوپیہ غربا و مساکین میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ باقی اور صدقات بھی اسی طرح تقسیم ہوتے ہیں۔ غرض جو طریقہ خیرات کرنیکا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ جس سے۔ مسلمانوں میں گدائی کا پیشہ روز افزوں ہوتا جاتا ہے اور ہزاروں مسلمان جو محنت و مشقت سے گزارہ کر سکتے ہیں وہ فقط اس خیرات کے بھروسہ پر جیتے ہیں۔ اکبر شہنشاہ نے لکھا ہے کہ میں نے یہ چاہا کہ اپنے ملک سے گدائی کو معدوم کردوں اور اس کے واسطے دولت فراواں خرچ کی مگر جتنی دولت زیادہ خرچ کی اُسی قدر گدائی زیادہ ہوئی اور مقصد نہ حاصل ہوا۔ جب دولتمندوں کو موت قریب نظر آتی ہے تو وہ اپنی دولت کے باب میں فکر و تامّل کرتے ہیں۔ اور جب وہ مجرّد یا لاولد ہوتے ہیں تو اُن کو اور بھی زیادہ فکر پڑتی ہے کہ جو دولت کے ڈھیر اپنی زندگی میں جمع کیئے ہیں اُن کو کیا کریں۔ ہندوؤں کے ہاں تو کسی لڑکے کو متبنّےٰ کرکے ساری دولت اُس کے حوالے کرتے ہیں۔ مگر بعض اسی کے ساتھ یہ بھی کرتے ہیں کہ بڑے بڑے مندر ٹھاکردوارے تالاب اور رفاہ عام کی عمارات بناتے ہیں اور اُس کے خرچوں کے لیئے بڑی بڑی جائدادیں مقرر کر دیتے ہیں۔ سداورت بانٹنے کے لئے سرمایہ دیدیتے ہیں۔ اور ایسے مُسلمان دولتمندوں کے ہاں یہ دستور ہے کہ اُن کے مرنے کے بعد عزیز و اقربا میں وہ دولت تقسیم

ہو جاتی ہے یا کسی خاص عزیز کو وہ اپنی زندگی میں ساری دولت کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ مگر بعض اُن میں سے خانقاہ و مدرسہ و مسجد و چاہ و دارالشفا اور فائدہ عام کی عمارات بناتے ہیں اور اُن کے خرچوں کے لئے جائدادیں وقف کر جاتے ہیں۔ غرض اِن دونوں قوموں کی اس قسم کی خیرات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان مواقعت کی جائدادوں کا بڑا حصہ متولیوں اور جاتریوں کے حصہ میں آتا ہے اور کچھ تھوڑا سا اُس کام میں بھی صرف ہوتا ہے جسکے لئے دیا گیا تھا۔ ایسی آمدنیاں بہت سے آدمیوں کو کاہل و تن پرور بناتی چلی جاتی ہیں۔ اب تک ان دستوروں کا رواج پڑا ہے مگر تہذیب جدید کے تقاضائے شدید سے بعض آدمی اپنی دولت کو اس طرح بھی خیرات کرنے لگے ہیں جسطرح مہذب و تعلیم یافتہ ملکوں میں اور جہاں تعلیم انگریزی زیادہ ہے جیسے بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس وغیرہ تو وہاں دولت مند خیرات اپنے قدیمی طریقوں کے مطابق نہیں کرتے۔ بلکہ جدید طریقوں کے مطابق کرتے ہیں لاکھوں روپیہ تعلیم کی اشاعت کے لئے اور دارالشفاء کی تعمیر کے لئے دیدیتے ہیں۔ غرض ان کی خیرات کیا تو اُن آدمیوں کی پرورش میں کام آتی ہے جو ایسے محتاج ہیں کہ کسی طرح اپنا گذارہ کر ہی نہیں سکتے۔ یا غریبوں کو اس قابل بنانے کے کام میں آتی ہیں کہ وہ آپ اپنی مدد کریں اور اپنی قوت بازو سے اپنا گذارہ کرسکیں۔ خیرات سب طرف اپنی کلیوں کو کھلاتی ہے۔ مگر ان میں تھوڑی ایسی ہوتی ہیں کہ پھل لاتی ہیں۔ اکثر پژمردہ ہوکر گر پڑتی ہیں۔

ہماری خیرات کرنے کے اکثر طریقے نیک آدمیوں کے ایسے جرم ہیں کہ جنکی سزا خلق کو یہ ملتی ہے کہ ان کی حمیت وغیرت اور اپنی قوت بازو سے کمانے کی عادت اڑتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے اب بڑے بڑے تعجب خیز فیاضوں کو اس طرف خیال کرنا چاہیے کہ وہ خیرات کے طریقے ایسے اختیار کریں کہ جیسے غربا میں زیادہ تر اپنی آپ مدد کرنے کا اصول اشاعت پائے نہ یہ کہ کاہلی و گدائی و بےغیرتی و بے حمیتی پھیلے +

باب دہم

گھروں کا صحت بخش ہونا

(۱) سکنی مکانات کا عمدہ ہونا تہذیب کے لئے کفالت ہے +

(۲) صفائی غربا کے لئے زیب و زینت ہے +

(۳) غلیظ و نجس آدمی کے ساتھ نیکی دیر تک نہیں رہ سکتی +

صحت کو دولت کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ اس لئے کہ ساری دولت بغیر صحت کے کوڑی کے کام کی نہیں۔ ایک تندرستی ہزار نعمت مشہور ہے۔ جو شخص جسمانی یا دماغی محنت کرتا ہے وہ ضرور تندرستی کو اپنی بیش بہا چیزوں میں سے خیال کرتا ہے۔ بغیر تندرستی کے زندگی بڑی بے لطف ہوتی ہے اور اس میں کوئی خوشی نہیں حاصل ہوتی۔ انسان کی زندگی کا ایک تال

خوشی بھی ہے اور انسان کی ساری ساخت و نظم و قوام و جذبات نہایت
خوبی کے ساتھ خوشی کے لئے موزوں کئے گئے ہیں۔ کل جو اس باصرہ
سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ کو کام میں لانے سے آدمی کو خوشی حاصل
ہوتی ہے اس سے زیادہ کوئی خوشی آدمی کو نہیں ہوتی کہ اُسکے دل میں یہ
احساس ہوکہ میں تندرست ہوں۔ انسان کی کُل جذبات کی بجا آوری
کے مجموعہ کا نام صحت ہے یعنی جب آدمی اپنے سب کام درست طور پر
بجا لاتا ہے تو اُس کو تندرستی حاصل ہوتی ہے۔ انسان کی زیست کا مآل
ہی خوشی نہیں ہے بلکہ ایسی شرط حیات ہے۔ جو معاد زیست کو دراز
کرتی ہے۔ جو انسان خوش دل رہتا ہے وہ زیادہ دنوں جیتا ہے۔
جو زیادہ رنجیدہ رہتا ہے وہ جلد مرجاتا ہے۔ غم و رنج کی برابر کوئی مخلل
انسان کا نہیں ہے۔ پس خوشی کا بڑھانا زندگی کا بڑھانا ہے اور رنج و
فکر میں ڈالنا زندگی کا گھٹانا ہے۔ تندرست آدمی کا خوشدل رہنا
ایک قاعدہ کی بات ہے رنج و بلا میں مبتلا ہونا اس قاعدہ کے مستثنیات
میں ہیں۔ رنج سرتا پا بُرا نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمارے لئے سودمند تنبیہ
کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ ہم کو خبردار کرتا ہے کہ کسی قاعدہ کی پابندی تم
نے نہیں کی۔ کسی جسمانی فرض کی بجا آوری نہیں کی۔ کسی قانون کے
خلاف کام کیا۔ وہ گویا واعظ ہوتا ہے۔ جو ہمکو یہ نصیحت کرتا ہے کہ تم اپنی
حالت زیست کی اصلاح کرو۔ جسکے معنے یہ ہوتے ہیں کہ تم نیچر کی طرف

رجوع کرو اس کے قوانین کو مطالعہ کرو تو تم اپنی خوشدلی کی حالت بر بحال ہو جاؤگے۔ یہ امر بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں انسان کی جسمانی بہبودی کی شرایط میں سے ایک رنج بھی ہے جیسے کہ زندگی کے متمتع ہونے کی شرائط میں سے موت ہے۔ اسیواسطے جسمانی مسرت و انبساط کے لئے قوانین فطرت کے موافق چلنا چاہیے۔ ان قوانین کے معلوم کرنے اور مشاہدہ کرنے کے لئے خدائےتعالیٰ نے عقل دی ہے۔ بس جو کوئی اس عطیہ الہٰی کے کام میں لانے کے اندر قصور کریگا۔ اور اپنی ہستی کے قوانین کے مطابق چلنے میں غفلت کریگا۔ اُس کا ضرور یہ نتیجہ وہ پائیگا کہ بیمار پڑیگا اور رنجیدہ خاطر ہوگا+

انسان خود اپنی ذات کے لئے قوانین فطرت کے خلاف کام کرتا ہے جسکے سبب سے مصیبتیں اپنے سر پر لاتا ہے سُست پڑا رہتا ہے۔ بھوک سے زیادہ کھانے لگتا ہے جسکے سبب سے بدہضمی وگنٹھیا وصرع کے امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب بہت شراب پینے لگتا ہے طرح طرح کے امراض رعشہ ضعف معدہ وسقوط اشتہا اسکے شکار کرنیکے لئے قدم اُٹھاتے رہیں+

اسی طرح آدمیوں کے گروہوں پر آفت آتی ہے کہ نہ وہ اپنے ضلعے میں پانی کے نکاس کا انتظام کرتے ہیں۔ نہ اپنی گلی کوچہ کی صفائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ عوام الناس میں بہت سے آدمی اکٹھے ہوہو کر ایسے

مسکنوں میں رہتے ہیں کہ جو اپنے ہمسایہ کے متعفن ہوا کے آنے سے مسموم نیم جان ہو جاتے ہیں اور جس سے بخار۔ ہیضہ اور اور وبائیں پیدا ہوکر پھیلتی ہیں۔ اور موت اور تباہی کو اپنے ساتھ لے آتی ہیں۔ ایسی حالتوں میں جو مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں آدمی خود اپنے اوپر لاتا ہے اس لئے کہ ان کے انسداد کا علم جس کا حاصل کرنا اسکے اختیار میں ہے وہ نہیں حاصل کرتا +

قاعدہ۔ ہے کہ آدمیوں کے تنفس سے کاربونک ایسا نکلکر ہوا میں ملتا ہے۔ اگر وہ پھر سانس کے ساتھ پھیپھڑے میں ہوا کے ساتھ جائیگا تو زہر کا اثر پیدا کریگا۔ اس لئے اگر خراب ہوا کے نکالنے اور صاف ہوا کے آنے کا انتظام نہیں کیا جائیگا تو جہاں آدمی بہت سے جمع ہوکر رہیں گے وہاں کی ہوا میں سمیت پیدا ہو جائیگی۔ انسان کو صحت پر تازی اور صاف ہوا اثر عظیم رکھتی ہے +

ناقص غذا سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ جو ناقص ہوا سے۔ جس شخص کی عمر چودہ برس سے زیادہ ہو اس کو بند مکان میں چوبیس گھنٹہ کے اندر چھ سو مکعب فیٹ اور چودہ برس سے کم عمر کے لئے آٹھ سو مکعب فیٹ ہوا چاہیے اور ہر گھنٹہ میں پانچ دفعہ باد کش سے بدلنی چاہیے تاکہ صاف تازی ہوا آتی رہے۔ جو ہوا سانس کے ساتھ آدمی کے اندر سے نکلتی ہے وہ اس سے زہر آلودہ ہو جاتی ہے کہ اس کی جگہ ہمیشہ تازی ہوا کی

ضرورت بند مکانوں میں ہوتی ہے۔ اگر آدمی کسی تنگ و بند مکان میں سو رہے تو بہ تدریج کم و بیش اُس کا دم سینہ میں گھٹنے لگے گا +

حیوان سے انسان کی حالت بہتر کرنے کے لئے اوّل ضرورت یہ ہے کہ اُس کے واسطے مکان ایسا بنایا جائے کہ جسمیں وہ تندرستی کے ساتھ رہ سکے۔ کیونکہ دُنیا میں آدمی کے لئے گھر ہی سب سے بہتر مدرسہ ہے۔ بچے اسی میں پل کر بڑے ہوتے ہیں۔ بُرے بھلے اخلاق اسی میں سیکھتے ہیں۔ گھر ہی انسانیت و شائستگی و تہذیب کی تعلیم گاہ ہے۔ اچھے گھر میں ظاہر و باطن کی صفائی پیدا ہوتی ہے۔ بُرے گھر میں اخلاق کی موت آتی ہے۔ اور نجاست ظاہری اور خباثت باطنی پیدا ہوتی ہے۔ گھر کی تعلیم سرسری نہیں ہوتی کہ وہ سر سے نکال دی جائے۔ عارضی نہیں ہوتی کہ الگ کر دی جائے۔ بلکہ وہ شیر کے ساتھ آدمی کے جسم و دل میں داخل ہوتی ہے اور جان کے ساتھ جاتی ہے +

گھر کو فقط کھانے پینے اور سونے کی ہی جگہ نہ خیال کرنا چاہیے بلکہ ایسی جگہ سمجھنی چاہیے کہ جہاں ہم اپنی آپ عزت کرنے کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ دل کا آرام اور چین پاتے ہیں۔ خانگی خوشیاں مناتے ہیں۔ تین چوتھائی چھوٹی چھوٹی برائیاں جو ہمکو ذلیل کرتی ہیں۔ اور بڑھکر جرم و عصیاں ہو جاتی ہیں وہ سب اپنی آپ عزت کرنے سے اور خود داری سے دُور ہو جاتی ہیں۔ گھر میں صفائی و محبت و عقلمندی کے عزم پیدا کرنے چاہئیں

جس سے وہ ایسا بن جائے کہ جہاں راحت دلی حاصل ہو اور اُسکے
ارکان پر خاصکر بچوں پر فیض رساں اثر پہنچے۔ ان مطالب کے حاصل
کرنے کے واسطے گھر میں محنتی اور تعلیم یافتہ عورت کا ہونا ضرور ہے۔
گھر کی خوشی و ناخوشی عورت ہی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ کوئی قوم
آگے نہیں بڑھ سکتی۔ جب تک قوم کے گھروں کی ترقی و درستی نہ ہو۔
اور گھر کی ترقی عورت ہی کے توسل اور توسط سے ہوسکتی ہے۔ عورتوں
کو سکھانا و بتلانا چاہیے کہ گھر کس طرح آرام گاہ بنتا ہے۔ جس گھر میں عورت
بہ نہ چاہے گو وہ گھر گھر نہیں ہے بلکہ سونے اور کھانے کا مکان ہے۔
جسمیں آسائش و آرام کم ہے اعلےٰ۔ ادنےٰ۔ متوسط آدمیوں کے مکانات
بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صحت و تندرستی کے محافظ ہوں اور
اُن میں آسائش و آرام ملتا ہو۔ امراء کے مکانات بھی غربا کے ایسے
مکانات سے چاروں طرف گھرے ہوتے ہیں کہ قوم میں حفظ صحت کا
کوئی اُصول جاری نہیں ہوتا۔ ہماری عادت ہی میں داخل نہیں کہ مکانوں
کو تعمیر اِس نظر سے کریں کہ اُن میں حفظ صحت ہو۔ غربا سستے کرایہ کے
مکانات لینے پسند کرتے ہیں۔ کچھ اِسپر خیال نہیں کرتے کہ کرایہ کی بچت
یُوں غلت ہو جائے گی کہ غلیظ مقامات پر بُرے مکان میں رہنے سے
بیماریاں ستائینگی اور اس کے سبب سے حکیم اور دوا میں رُوپیہ خرچ
ہوگا اور بیماری کے سبب سے جو بیکاری ہوگی اُسکی زیر باری ہوگی۔ غرض

مکانات کی اس بے عنوانی سے ہم اپنی دولت اور عزت کا نقصان کرتے ہیں۔ مریض رہتے ہیں۔ موت کو جلد بلاتے ہیں۔ ہمارے مکانات میں ایسی بے آرامی ہوتی ہے کہ اگر مہذب ملکوں کے حکما بھی آن کر اُن میں بسیں تو وحشی ہو جائیں۔ غرض اس طرح کے مکانات کی دُرستی سے رُوپیہ بچانا کچھ انتظام اور کفایت شعاری کی بات نہیں ہے بلکہ فضولی ہے۔ غربا کے مکانات کی خرابی کے سبب سے متوسطین و امرا کا بھی بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اِن کے کاموں میں حرج ہوتا ہے۔ اِن کے کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔ مہذب ملکوں میں اس کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے کہ غربا کے لئے ایسے مکانات تیار کرائے جائیں کہ جن میں اُن کی صحت کی حفاظت ہو۔ ہمارے شہروں اور قصبوں اور دہات میں مطلق اِس طرف توجہ نہیں کہ جو مکانات اپنی ہوا سے امراض کو پیدا کرتے ہیں اُن کی بیخ کنی کی جائے۔ اور اُن کے بجائے اچھے مکانات تیار کرائے جائیں۔ یہ خرابی زیادہ تر دہات میں ہے۔ زمیندار گو اور طرح کی بڑی بڑی جرأتیں و ہمتیں خیرات کے کاموں میں کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنی رعیت کے مکانوں کی طرف ذرا خیال نہیں کرتے کہ وہ اس طرح تنگ رہتے ہیں جیسے کہ زمینداروں اور علاقہ داروں اور دولتمندوں کو ضرور ہے کہ وہ اپنی توجہ غربا کے مکانات کی اصلاح کی طرف کریں کہ جن سے اُن میں حفظ صحت ہو۔ اِس سے غربا ہی کو فائدہ فقط نہیں حاصل ہوگا۔ بلکہ اُن کو خود بھی

ہزاروں مکانات دیہات میں ڈھلنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اُنکو چاہیے کہ زمیندار مسلہ کراکے ایسے مکانات بنوادیں کہ رعیت اُن میں صحت و تندرستی کے ساتھ آباد رہے۔ ایسے مکانوں کے بنانے میں جس میں رہنے والوں کو تندرستی حاصل ہو کچھ تھوڑا ہی سا روپیہ اِن مکانوں کی بہ نسبت زیادہ بنانے میں لگتا ہے۔ کہ جن میں تندرستی رہنے والوں کو نہ حاصل ہو۔ صرف اُن کے بنانے والوں کے لیئے دو باتیں ضرور ہیں کہ وہ حفظِ صحت کی شرائط جانتا ہو اور اُس کے لئے سامان مہیا کرنے پر آمادہ ہو۔ ظاہر ہے کہ دونو طرح کے مکانوں کے لئے۔ زمین۔ اینٹ۔ چونے اور مصالح کا خرچ یکساں ہے۔ پاکیزہ و ناپاک ہوا کی قیمت ایک ہے۔ روشنی مفت ہے۔ پس جو گھر ایسا خوشگوار بنا ہوا ہو کہ جس میں رہنے والے تندرست رہیں اور ایک کفایت شعار نفیس مزاج اُسکا مہتمم ہو تو پھر وہ گھر آرام دہی و خوشدلی کا گھر ہے۔ اِس میں جتنے تعلقات رشتہ مندی کے ہونگے وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے جلوے دکھائینگے۔ خاوندوں کو بیوی۔ بچوں کی آوازیں نغموں سے کم نہ معلوم ہونگے ہمسائے اچھے معلوم ہونگے۔ ایسا گھر فقط گھونسلا ہی عقل حیوانی کا نہ ہوگا بلکہ بچوں کے لئے تعلیم گاہ دلوں کی عبادتگاہ۔ آندھی و بارش کے طوفان سے بچنے کیلئے امن گاہ۔ محنت کے بعد آرام گاہ۔ غمگین حالت میں تسلّی گاہ۔ کامیابی کی حالت میں فخر و ناز کرنے کا مقام۔ غرض ہر حال میں ہر وقت خوش کرنیوالا

ہوگا۔ سارا علم صحت فقط اس ایک لفظ صفائی میں آجاتا ہے۔ صاف ہوا۔ صاف پانی۔ اسکے دو اجزاء اعظم ہیں۔ جہاں نجاست۔ غلاظت ہو۔ اُسے دھوکے دُور کرو۔ انسان کے کُل علموں میں یہ علم نہایت آسان ہے اوز سب کی سمجھ میں آتا ہے۔ شاید اسی سبب سے آدمی اُسپر ایسا ہی کم متوجہ ہوتا ہے جیسا کہ اوز اشیاء مروجہ عامہ پر۔ بعض عاقل یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سرے سے علم ہی نہیں۔ بھلا ان باتوں کے لئے علم کی ضرورت کیا ہے کہ ایک کمرہ میں تازی ہوا کے آنے کے لئے بادکشی کی جائے۔ کسی مقام میں پانی کے نکاس کے رستے بنا دیئے جائیں۔ مکان اوز جسم صاف رکھنا چاہیئے +

یہ علم بڑا بے لطف ہے اس کا موضوع یہ ہے کہ کھال پر سے۔ گھر میں سے۔ گلی کوچہ میں سے۔ شہر میں سے میلاپن دُور کیا جائے۔ یہ علم فقط ان مختصر الفاظ میں بیان ہوتا ہے کہ جہاں کہیں میلاپن ہو اُسے فوراً دُور کرو۔ اوز صفائی کے لیئے بہت سا تازہ پانی اوز بہت سی تازی ہوا انسان کی تندرستی کے لیئے بہم پہنچاؤ +

شہروں قصبوں دیہات میں دیکھتے ہیں کہ جہاں نجاست و غلاظت کا انبار لگا وہاں بخار شروع ہوا اوز ہزاروں کی جان گئی۔ جب یہ نجاست و غلاظت دُور کی گئی اوز صاف پانی اوز صاف ہوا کا انتظام کیا گیا تو بخار رفع دفع ہوا+ دواؤں سے کہیں زیادہ فائدہ اس انتظام سے ہوتا ہے۔ کاش پہلے سے

اِسکا انتظام ہم کر لیا کریں - اور حفظِ ماتقدم کا خیال کریں - تعجب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے تو ہمارے دل پر چوٹ لگتی ہے مگر بخار اور امراض سے ہزاروں اِس سبب سے مرتے ہیں کہ ہم نے خود نجاستوں کا ڈھیر لگا کے وباؤں کو پیدا کیا ہے کچھ پروا نہیں کرتے - ہر سال ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ ایک ضلع میں بخار اور امراض وبائی سے اتنے آدمی مرجاتے ہیں کہ کسی جنگ عظیم میں اتنے آدمی نہیں مرتے - زیادہ تر ہماری جانیں اِس سبب سے تلف ہوتی ہیں کہ ہم اِن امراض کا انسداد نہیں کرتے - جن کا روکنا ہمارے اختیار میں ہے - حفظ صحت میں غفلت کرنے کا عذاب ہم پر پڑتا ہے کہ ہزاروں جانوں کا نقصان ہوتا ہے اور بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کا بار زندوں پر پڑتا ہے +

اخلاقی اور جسمانی صحتیں باہم توام ہیں اور خانگی اور جمہور کی بہبودیاں آپس میں پیوستہ ہیں - میلے کچیلے رہنے کا مُہلک اثر یہ ہے کہ ہمارے اخلاق بھی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں - اور وہ امراض جسمانی سے زیادہ ہم کو ستاتے ہیں - جب ہمارے جسم کو ہواء ناقص کا اثر کمزور کرتا ہے اور ہم اُس کو نجس رکھتے ہیں تو ہمارا دل بھی نجاست آلودہ و رزالہ ہوجاتا ہے غرض کہ رموزاتِ صحت کی خبر نہ رکھنے سے بہت نقصان ہوتے ہیں - پھر اسکا سبب کیا ہے کہ سب آدمی حفظ صحت کے علم پر عمل نہیں کرتے؟ اِس کی وجہ بے پروائی اور کاہلی ہے! +

شہروں قصبوں میں میونی سپل کمیٹیاں ہیں جن کا کام خاص صفائی
شہر و قصبہ ہے۔ مگر وہ محنت اور ہر وقت توجہ نہیں کرتیں۔ جس کی ضرورت
صفائی کے لئے ہے۔ اور اُن چیزوں کے دُور کرنے کے واسطے جن سے
وبائیں اور امراض پیدا ہوتے ہیں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ پہلا ہی زمانہ
اچھا تھا کہ جس میں یہ میونی سپل کمیٹیاں نہ تھیں۔ اُس زمانہ میں نہ
امراض کی ایسی شدت تھی۔ نہ وبائیں ایسی جلدی جلدی آتی تھیں۔
وباؤں اور امراض کی کثرت کا سبب وہ میونی سپلیٹی ہی کے سرشتہ
کو جانتے ہیں۔ مگر ہمکو یہ جاننا چاہیئے کہ اس میں ہمارا ہی قصور ہے۔
کوئی ہماری غذا کو ملونیاں ملا کے بگاڑتا ہے کوئی ہمارے پانی کو زہریلا
کرتا ہے کوئی آب متعفن ہمارے پینے کے لئے لاتا ہے۔ کوئی گلیوں اور
مکانوں کو نجس رکھتا ہے کوئی شہروں وقصبوں میں پانی کے نکاس اچھے
نہیں بناتا ہے جس سے پانی سڑتا ہے۔ اِن ساری بُرائیوں کا کافی انسداد
گورنمنٹ کے قوانین سے نہیں ہوسکتا جبتک ہم خود اِن بُرائیوں کے
دُور کرنے میں بدل وجان مصروف نہ ہوں۔ ہمارا یہ قصور ہے کہ ہم اِن
باتوں کا الزام اپنے اُوپر نہیں لگاتے۔ فقط پانی کے نکاس کے رستے اچھی
طرح بنادینے سے بدروں کے رواں رکھنے سے سڑکوں اور فرش کے بنادینے
سے پانی کے نل جاری کر دینے سے۔ غلیظ مکانوں کے مسمار کردینے سے
شہروں وقصبوں میں صفائی کی وہ ترقی نہیں ہوسکتی جو اِس طرح سے

ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے گھروں کو صاف اور ستھرا رکھیں۔ میونسپل کمیٹی گھروں
سے باہر انتظام کرنے والی ہوتی ہے۔ اسکا انتظام گھروں میں داخل نہیں
ہو سکتا۔ مصرع محتسب را درون خانہ چہ کار ہا
اس کا کام گھروں سے باہر یہ ہے کہ گلی کوچوں اور سڑکوں پر سیل کو
پھیلنے نہ دے۔ اس کو دور کرے۔ حیوانات کے گوبر اور لیدوں اور سڑے
بُسے نباتات سے اور اور خس و خاشاک سے اُنکو پاک و صاف رکھے تاکہ ہوا
جو ان گلی کوچوں میں دورہ کرتی ہوئی گھروں میں جائے تو اپنے ساتھ
تعفن و نجاست ایسی نہ لیجائے کہ جس سے گھروں میں بیماریاں پھیلیں
اور ناوقت موتیں آئیں۔ کسی طرح میونسپل گھروں کے اندر دخل نہیں
دے سکتی اور نہ اُس کو دخل دینا واجب ہے۔ پس صفائی کے لئے ہماری
اپنی کوشش کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ کے قوانین آئین سے زیادہ نفع نہیں
پہنچ سکتا۔ گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے خود مکان نہیں بناتی۔ ہم خود اپنے
رہنے کے مکان بناتے ہیں۔ ہاں گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ ہمکو یہ سکھاوے
کہ اپنے گھروں کو کیونکر ستھرا اور صاف و پاکیزہ رکھیں۔ سو وہ سکھاتی ہے
تمام مدارس میں حفظِ صحت کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ دہات کی صفائی
کے رسالے تقسیم ہوتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کے ساتھ کوشش کرنے میں امیر
دولتمند زمیندار تعلقہ دار جاگیردار کارخانہ دار بھی شریک ہو جائیں اور خود
نمونہ بنیں تو زیادہ ملک کو فائدہ پہنچے۔ یہ لوگ خود دو چار مکان نمونے

کے طور پر بنادیں کہ جن میں سب طرح کی آسایش و آرام ہو اور صحت و تندرستی کے سارے سامان ہوں۔ ان آسودہ حالوں کی کوشش کے ساتھ غریبوں کی بھی مشارکت بالعمل ضرور ہے کہ وہ سب آپس میں متفق ہوکر صفائی مکانات کا انتظام کریں۔ بغیر ان کی مشارکت کے بھی کام پورا نہ ہوگا۔ اگر ان کے گھروں کے واسطے صاف پانی کا انتظام کردیا۔ مگر ان میں عورتیں ایسی پھوہڑ و بدسلیقہ رہتی ہیں کہ اس صاف پانی کو غلیظ کرکے کام میں لاتی ہیں تو پھر اس پانی سے کیا فایدہ پہنچے گا۔ تازی ہوا کے آنے جانے کا بندوبست کر دیا گیا دروازے کھڑکیاں لگادی گئیں۔ مگر گھر میں غلاظت کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ کھڑکیاں دروازے بند ہیں۔ پھر پاکیزہ ہوا ان تک کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ غرض صحت کا سارا مدار گھروں کی صفائی پر ہے اور گھروں کی صفائی عورتوں پر منحصر ہے۔ پس جبتک عورتوں میں صفائی کی عادت نہ پیدا ہوگی۔ حفظ صحت مشکل ہے۔ اگر مکان تنگ ہو اور رہنے والے بہت سے ہوں مگر ان میں عورتیں ایسی رہتی ہوں کہ جنکے مزاج میں صفائی ہو تو سارے گھر والے آرام سے تندرست رہ سکتے ہیں لیکن اگر مکان فراخ ہو اور ساری باتیں اس میں ہوں جو صحت کے لئے ضروری ہیں۔ مگر رہنے والے اس میں ایسے ہوں کہ جن کی عورتیں پھوہڑ و غلاظت پسند ہوں تو محض مکان سے رہنے والوں کو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا۔ بے آرام اور مریض وہ رہینگے۔ غرض جب آدمیوں کی عادت

میں صفائی اور پاکیزگی اور ستھراپن نہیں داخل ہوگا اس سے بہت فائدہ
نہیں پہنچیگا کہ میونی سپل کمیٹی کے انتظام سے سڑکوں پر دو وقت جھاڑو
اور چھڑکاؤ ہوا کرے نل کا پانی جاری رہے۔ دو وقت گھروں سے غلاظت اٹھا کر
بہت دور بھیجدی جایا کرے۔ اِن سب باتوں سے جب ہی فائدہ عظیم پہنچ سکتا
ہے کہ پاکیزگی اور ستھراپن عادت میں داخل ہو۔ غرض مکانات کی صفائی کی ایسی
ضرورت نہیں ہے جیسے ایسے آدمیوں کی حاجت ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہوں - اور
ستھرےپن اور پاکیزگی اور صفائی کے قدر شناس ہوں۔ یہ غلطی ہے کہ پہلے آدمیوں
کو صفائی کی عادت نہ ڈلوائی جاوے اور انکے لئے سامان صفائی تیار کیا جائے۔ ایسا
کرنا آئینہ داری در مجلس کوراں ہے + غرض بڑی ضروری اور بکارآمد بات یہ ہے
کہ رعیت میں صفائی کی عادت ڈلوائی جائے۔ یہ بغیر پڑھانے لکھانے کے ہو نہیں سکتی
صفائی قوت ہاضمہ سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ شفا دینے والی دواؤں سے بھی
زیادہ فائدہ مند صفائی ہوتی ہے۔ اِس سے اپنی آپ عزت کرنی اور خود
داری پیدا ہوتی ہے اور سارے خاندان کے اخلاق پر اِسکا اثر ہوتا ہے
وہ کفایت شعاری کی سب سے زیادہ روشن دلیل ہوتی ہے۔ وہ انتظام
خانہ داری کے لئے ایسی ضرور ہے جیسے حیات کے لئے مستقل تندرستی
خانہ داری کے ہر کام میں وہ کام آتی ہے۔ وہ آسایش و آرام و بہبودی
پر منتبہ کرتی ہے۔ قوموں کی ترقی اور شائستگی و تہذیب کے مددگاروں
میں سے ایک بڑی مددگار وہ ہے +

ایک ڈاکٹر صاحب سیّاحوں کو یوں ہدایت فرماتے ہیں کہ جب وہ کسی غیر ملک میں جائیں۔ تو اوّل یہ دیکھیں کہ وہاں کے باشندوں کے ستھرے پن اور صفائی و طہارت کی کیفیت کیا ہے اور غلاظت و نجاست کے دُور کرنیکا انتظام کیسا ہے۔ اِس سے اُن کو جتنا حال باشندوں کی اپنی آپ عزت کرنے و خود داری و محنت شعاری و اخلاق و معاشرت کا معلوم ہوگا ایسا اور وہاں کے واقعات پر علم حاصل کرنے سے نہیں ہوگا +

قومیں جتنی محنتی اور خود اپنی آپ عزت کرنے والی اور شایستہ طور سے رہنے والی ہوتی ہیں اتنی ہی وہ صاف اور ستھری رہتی ہیں۔ شہروں و قصبوں میں جو میلے کچیلے گروہ رہتے ہیں وہ اُن کے لئے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک میلا کچیلا غلیظ ناپاک آدمی سڑک پر چلتا ہے وہ بھرے تنپچے کے باریک باریک چھرے سڑک پر چلنے والوں کے لگاتا ہے۔ اگر ہم ناشایستہ و غیر مہذب آدمیوں کو مہذب بنانا چاہیں۔ تو اوّل اُن کی غلاظت و نجاست کو دُور کریں +

طبیعت انسانی میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جسکا مقتضا یہ ہو کہ وہ نجس رہے۔ اِس لئے طبیعت کا کوئی حصّہ نجاست نہیں ہے بلکہ وہ عارضی طور پر آدمی کے پیچھے لگ جاتی ہے اور اُس کی جان کھاتی ہے اور بربادی لاتی ہے۔ اِس سے کیسی کراہیت اور نفرت ہوتی ہے۔ اگر کوئی حسین مہ پارہ بھی نجاست میں بھری ہو تو اُس سے طبیعت متنفر ہوگی۔ اِس سے

بچے بھی چڑچڑے بد مزاج ناخوش بے چین ہو جاتے ہیں۔ اس سے آدمی ذلیل و خوار و بے وقر ہو جاتا ہے۔ میلے رہنے سے حیا کم ہو جاتی ہے میلا پن بھی بڑی بے حیائی ہے۔ جسکا جسم ناپاک ہے اُسکا دل بھی بہت ہی کم پاک ہوتا ہے۔ رُوح کی عبادتگاہ جسم ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ جیسے وہ اپنی عبادت گاہوں کو پاک صاف رکھتا ہے۔ اُسی طرح جسم کو ستھرا رکھے۔ اکثر نشہ باز۔ افیونی۔ شرابی۔ چنڈو باز اور ناشایستہ کردار میلے کچیلے رہتے ہیں۔ اُنکو ان آفات سے بچانا چاہیئے۔ طہارت جسمانی طہارت روحانی کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیئے مشرقی قوموں میں مغربی قوموں کی طرح عبادت کے بعد طہارت نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ عبادت کا ایک جزو قرار دیگئی ہے بغیر اس کے عبادت مقبول نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جناب باری کے حضور میں عبادت کے لئے کھڑا ہونا اور جسم کا ناپاک رکھنا بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ مشرقی قومیں طہارت جسمانی اور طہارت روحانی کے توام ہونے کا خیال رکھتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کو بہت کچھ تاکید طہارت ظاہری کی فرمائی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں تو مسجدوں کے ساتھ طہارت جسمانی کا سامان تیار رہتا ہے۔ جس سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اکثر مسجدوں میں سقاوے۔ حوض۔ حمام۔ غسلخانے ہوتے ہیں۔ جس سے جسمانی طہارت کے واسطے اُن کو بہت آسانی ہوتی ہے + عورتوں مردوں بچوں کی بہبودی صفائی کی توجہ پر منحصر ہے۔

جو نہایت اور خفیف ابتداء نظر میں معلوم ہوتی ہیں۔ اگر توجہ نہ کی جائے
تو جسمانی اور روحانی آرام آدمی کو میسّر نہیں ہوتا۔ مثلاً بچوں کا جسمانی آرام
اُن کے کھلانے وپہنانے و نہلانے پر موقوف ہے۔ جو چیز نہایت خفیف
سے خفیف معلوم ہوتی ہے وہ نہایت بکار آمد اور ضروری ہوتی ہے۔
بچے کو درست طور پر کھلاؤ پہناؤ نہیں تو وہ ضعیف اور بیمار رہے گا۔ اور یہی
حال اُس کا بڑے ہونے پر رہیگا۔ جیسا بچہ ہوتا ہے ویسا ہی بڑا ہوتا ہے
جوانوں اور بڈھوں کو بھی آرام اور چین نہیں حاصل ہوتا۔ جبتک وہ ان
خفیف باتوں پر توجہ نہ کریں۔ ہر شخص آرزومند ہے کہ میں اپنے گھر میں
چین اور آرام سے رہوں۔ اور یہ چین اور آرام اُسکو نہیں حاصل ہوسکتا۔
جبتک یہ سب باتیں مجتمع نہ ہوں۔ صفائی۔ کفایت شعاری۔ محنت۔ کاموں
کو باضابطہ و باقاعدہ کرنا۔ یہ کیسی خفیف باتیں ہیں کہ روٹی سالن۔ دال کا
پکانا۔ کپڑوں کا سینا۔ اور اُن میں پیوند پارچہ لگانا۔ ازاربندوں کا بنانا۔
جالیوں کا کاڑھنا۔ بچھونے و فرش کو صاف رکھنا۔ بچوں کو کپڑے پہنانا۔
مگر جبتک عورت کو یہ باتیں نہ آئیں وہ ہرگز اس قابل نہیں ہوتی کہ گھر
کا اہتمام اُس کو سپرد کیا جائے۔ ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے
سارے گھر کا انتظام زیادہ خوش اسلوبی سے بہ نسبت دوسرے کے کرتی
ہے۔ ایک بھوکی مرتی ہے دوسری پیٹ بھری ہے۔ دونو کے مکانات
ایک ہی طرح کے ہیں۔ مگر ایک میں بچے تازہ توانا تندرست ہیں دوسرے

میں دُبلے پتلے بیمار۔ زرد۔ ایک میں ایک کام نہایت آسانی سے ہوتا ہے دوسرے میں نہایت سخت جانکاہی سے۔ یہ باتیں کچھ بخت و اتفاق سے نہیں پیدا ہوئیں بلکہ اُن قاعدوں کے برتاؤ سے پیدا ہوئی ہیں جنکو اِن دانشمندوں نے ایجاد کیا ہے کہ استعدادلو خدا داد رکھتے تھے اور فقط نیچر کو نہایت صبر و تحمل و تامل سے مشاہدہ کرکے اُن قواعد کا استنباط کرتے تھے +

گھر کی خوش انتظامی عورتوں کی تعلیم پر موقوف ہے۔ جس کا رواج ہمارے ملک میں خاطرخواہ نہیں۔ عورتوں کی بڑی تعلیم یہ سمجھی جاتی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا اُن کو آجائے۔ مگر گھر کی خوش انتظامی کے لیے اُن کو وہ تعلیم ہونی چاہیے کہ جس سے وہ اُن تمام کاموں سے قوانین فطرت کے موافق آگاہ ہو جائیں۔ جن کی ضرورت گھر میں پڑتی ہے۔ مثلاً۔ اگر وہ جسم حیوانی کی ترکیب سے قوانین فطرت کے موافق واقف ہوگئیں تو وہ اپنے بچوں کو نہایت اچھی طرح پرورش کرینگی اور اُنکی صحت کی حفاظت بخوبی کرینگی اور جتنے بچے اب اُنکی لاعلمی کے سبب سے مرتے ہیں نہیں مرینگے۔ اگر ان کو پخت طعام کا علم ہوگا تو گھر میں کھانے نہایت لذیذ پکیں گے۔ اور وہ تندرست و توانا رکھیں گے۔ اگر ان کو علم حساب آتا ہوگا تو آمد و خرچ پر ان کی نظر ہوگی اور ایک کوڑی فضول نہ خرچ ہوگی۔ ایسا ہی اور کاموں کا حال ہے۔ جس قوم کی عورتیں تعلیم یافتہ

نہ ہوں خواہ اُن کے مرد کیسے ہی لایق و قابل ہوں تو دنیا کے کاموں
کے رزمگاہ میں اُن کو ایک ہاتھ سے لڑنا پڑتا ہے جبتک ہماری عورتیں
تعلیم یافتہ نہ ہوں تب تک ہم کو معاملات ملکی کے اندر مداخلت کے لیئے
جھگڑنا ہماری قومی ترقی نہیں کریگا +
ہمارے ملک میں مرد عورتوں کے علم و ہنر و عقل کے قدرشناس ایسے
نہیں ہیں جیسے کہ صورت و شکل کے وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ جہالت و حماقت
کی نجکیتی گھر سے عورت کی عقل [illegible] ہے۔ مرد خانہ داری کے کارخانوں
کو سمجھتے نہیں اُن کو زیادہ تر تلاش یہ رہتی ہے کہ کوئی بیوی نازک اندام
گل فام ملجائے خواہ کیسی ہی جاہل و پھوہڑ ہو۔ جاہل مرد تو جاہل عورتوں
سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس لیئے اُن کی اولاد میں جہالت نسل بعد نسل
چلی جاتی ہے۔ نہ ماں میں نہ باپ میں بچوں کی تہذیب تعلیم کی لیاقت ہوتی
ہے۔ جو خود تعلیم یافتہ ہوتے ہیں وہ خوبصورت عورتوں سے شادی
کرنی چاہتے ہیں۔ کوئی عورت خواہ کیسی ہی عقل و علم و ہنر رکھتی ہو
مگر شکل اچھی نہ ہو تو اُس سے شادی کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ غرض
ہمارے ملک میں ماں کی طرف سے اولاد کو کوئی تہذیب و تعلیم کا حصہ
نہیں ملتا۔ یہاں کے آدمیوں کی یہ رائے مہذب ملکوں کی طرح نہیں ہے
کہ مرد عورتوں کے لیول (ہموار) سے باہر نہیں نکل سکتے۔ جو عورتوں کا
حال ہوتا ہے وہی قوم کا حال ہوتا ہے۔ عورتوں کی تہذیب و شائستگی معیار

قوم کی تہذیب و شائستگی کی ہے۔ ہماری عورتوں کو سوائے بچے جننے
اور چپاتیاں پکانے کے کچھ اور نہیں آتا۔ غرض اگر ہم اپنے گھر کا انتظام
چاہیں تو عورتوں کی تعلیم و تہذیب کو مقدم جانیں +

باب یازدہم

زندگی بسر کرنے کا فن

یہاں ایک انگریزی لفظ آرٹ کا ترجمہ میں نے فن کیا ہے۔ اس سے
مراد اس ہنر سے ہے جو خیالی باتوں کو تعبیر کرے۔ یا مجسم صورت
میں دکھاوے اس کا موضوع عمل ہے آگے اسکی تفصیل آئے گی +

(۱) کسی شخص کو خواہ اس کی عمر کچھ ہی ہو۔ شرافت نسب کے سبب
سے شریف نہ جانو۔ بلکہ جس شخص کے افعال اور اعمال شریفانہ ہوں
اس کو اشراف سمجھو گو وہ عالی نسب نہ ہو +

(۲) ہر شخص اپنے عمل کا فرزند ہوتا ہے +

(۳) کسی نیک نہاد کی خدمت کرو گو وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔ ایک
وقت ایسا آئیگا کہ وہ تمہاری خدمت کا معاوضہ ادا کردیگا +

(۴) آدمیوں کے ذمہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنی عجز و ناتوانی سے
آگاہ نہیں مگر شاید وہ اپنی قوت و توانائی سے واقف نہیں۔ آدمی کا حال

زمین کا سا ہے کہ بعض اوقات اُس میں سونے کے ذرات موجود ہوتے ہیں
مگر مالک زمین اِس بات کو نہیں جانتا +
(۵) جو چیز ہم حاصل نہیں کرسکتے اُس کے حاصل کرنیکے قصد سے ہم
اپنے دل کو پژمردہ کرتے ہیں +
زندگی بسر کرنے کا فن ایسا ہے جیسا کہ شاعری کا۔ مصوری کا۔ موسیقی کا
فن۔ علم ادب۔ کی طرح وہ بھی آدمی کی انسانیت میں داخل ہے۔ یہ زندگی
بسر کرنے کا فن وہ ہے کہ جسکے ذریعہ سے ہم زندگی بسر کرنیکے وسایل کو
نہایت عمدہ بناسکتے اور بہتر کرسکتے ہیں۔ اور نتایج اعظم پر پہنچ سکتے ہیں۔
خوشدلی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیئے کچھ کم ضرورت اِس فن کی
نہیں ہے۔ فنون شاعری اور مصوری کی طرح اسکا ماخذ بھی نیچر (فطرت) ہے۔ اس
کو سب حاصل اور منکشف کرسکتے ہیں۔ اوّل اسکو مربی و معلم سکھاتے ہیں۔ پھر
اسکی تکمیل اپنے آپ تعلیم کرنیسے ہو جاتی ہے۔ فرزانگی بغیر یہ فن نہیں آسکتا۔
خوشدلی کوئی ایسا بیش بہا خوبصورت کمیاب جوہر عظیم نہیں ہے کہ جسکی تلاش
عبث ہو اور اُسکے نہ ملنے سے یاس کلی ہو بلکہ وہ تو کثرت چھوٹے چھوٹے جواہر کی
ننھے ننھے دانوں کی لڑیاں ہیں جو مسلسل ہونیسے نہایت خوبصورت اور خوشنما ہو
جاتی ہیں۔ ہیک معمولی زندگی میں جو چھوٹی چھوٹی خوشیاں بکثرت پھیلی ہوئی ہوتی ہیں
اُن سے خوشدلی حاصل ہوتی ہے مگر اُن کی طرف جو التفات کم ہوتا ہے اُسکا
سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی مسرت عظیم کے حاصل کرنے کی امید میں سرتاپا

مصروف ہوتے ہیں۔ معمولی فرایض کو پُوری ایمانداری اُور عزت کے ساتھ
ادا کرنے سے ہم کو مسرت و انبساطِ دلی حاصل ہوتی ہے۔ انسان اصل
حقیقت میں جسطرح زندگی بسر کرتا ہے اُس میں اِس فن کی بہت سی
مثالیں بھری پڑی ہیں۔ مثلاً فرض کرو کہ دو آدمی ایک سے دسایل رکھتے
ہیں۔ اِن میں ایک تو اِس فن سے ماہر ہے دوسرا ناواقف۔ اب پہلے
آدمی کا حال تو یہ ہوگا کہ اُس کے چشم سر میں بصارت اُور چشم دِل میں
بصیرت ہوگی۔ اُس کو ہر روز نیچر (مخلوق) جدید و حسین نظر آئے گی۔ وہ
زمانہ حال میں گذشتہ کی تجویز ثانی کریگا۔ اُور زمانہ آیندہ کی شان کو پہلے سے
سوچے گا۔ وہ زندگی کو پُر از معانی جانے گا۔ مہمل نہ سمجھے گا اُور اپنے فرایض
کو ادا کرکے خوش دل رہے گا وہ اپنی ترقی کریگا۔ اُور کمتر جماعتوں کو بہتر
و برتر بنانے میں ساعی ہوگا۔ ہر نیک کام کرنے کے لیئے چست و چالاک
ہوگا۔ نہ کبھی اُس کے ہاتھ تھکیں گے۔ نہ کبھی دل درماندہ ہوگا۔ وہ اپنے
کاموں کو خوشی سے کریگا۔ اُور غیروں کے خوش رہنے کے لیئے مدد کرے گا۔
روز بروز اُس کی فراخی وسیع ہوتی جائے گی۔ اور اس سبب سے روز اشیاء
اُور آدمیوں کی تہ پر پہنچنے کے لیئے ایک نئی بصارت حاصل ہوگی۔ وہ اپنی
زندگی نہایت عزت و حرمت کے ساتھ بسر کریگا۔ اُور جو اُس نے نیک
کام کیئے ہیں وہ اُس کے یادگار رہیں گے اُور وہ ایک فیض رساں
مثال اُور خلق کے لیئے بنے گا +

اب دوسرے آدمی کا حال سُنیئے کہ وہ پہلے آدمی کی نسبت کم خوش رہیگا
ہنوز وہ حد بلوغ کو نہ پہنچے گا کہ اُس کی بہت سی خوشیوں کا خاتمہ ہوجائیگا
دولت کے اختیار میں جو کچھ اس کے ساتھ کرنا تھا وہ کرچکی- اب وہ
اپنی زندگی کو ناخوش اور پوچ دیکھے گا- سیاحی سے اُس کا کچھ بھلا نہوگا-
اس لیئے کہ تاریخ کے معنے اُس کے نزدیک کچھ نہیں ہیں- سیاحی میں
تو جب مزہ آتا ہے کہ تاریخ کا مذاق ہو +

اِس سیاحی میں وہ اور زحمت سفر سے رنجیدہ ہوگا- مرقعات- تصویر
کو وہ اِس سبب سے دیکھے گا- کہ اور لوگ دیکھتے ہیں- ورنہ اُس کے نزدیک
تصویر خانہ- اور سور خانہ- دونو برابر ہیں- غرض اس قسم کی خوشیاں اُسے
نہیں حاصل ہونگی- جب بڑھاپا آئیگا تو دل اور منتشر اور پریشان ہوگا-
کسی چیز میں اُس کو مزہ ولطف نہ آئیگا- زندگی ایک نقاب ہوگی- جس کے
اندر سوائے شریروں- ریاکاروں- خوشامدیوں کے کسی کو نہیں پہچانے گا
اگرچہ وہ اپنی زیست سے خوش نہ ہوگا- مگر اُس کے چھوڑنے سے بھی
اُس کو بڑا خوف لگیگا- پھر پردہ پڑ جائیگا- وہ اپنی ساری دولت سے ناکام
رہا- جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زندگی بسر کرنے کے فن سے آگاہ نہیں تھا
جسکے بغیر زندگی سے خوشی وخرمی نہیں حاصل ہوسکتی +

زندگی میں سچا لطف و مزہ دولت سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ تامل وغور
قدردانی- مذاق تعلیم وتربیت سے پیدا ہوتا ہے- پھر ان سب کے

سوا آنکھ مبصر اور دل متاثر چاہیے - یہ باتیں ایک غریب سے غریب گروہ کو متبرک و سعادتمند و فرخندہ حال بنا دیتی ہیں - اعلیٰ درجہ کے خیالات و نفیس مذاق محنت و مشقت سے پیدا ہوسکتی ہیں - جسکے سبب سے مزدوروں کا گروہ بہتر و برتر ہو سکتا ہے - ایک عاقل عالم کا قول ہے کہ کل فلسفہ اخلاق جب اعلیٰ درجہ کی زندگی میں برتا جا سکتا ہے ایسا ہی اونٹے درجہ کی زندگی میں خواہ وہ گنواروں کی ہو یا کسی خاص اور شخص کی - ہر متنفس میں انسانیت کی حالت موجود ہوتی ہے ٭

اچھا مذاق عجیب چیز ہے وہ جسمانی آرام اور آسائشوں کا اعلیٰ منتظم ہوتا ہے اور خوشی کو بڑھاتا ہے - جب تم کسی دوست سے ملاقات کرنے جاؤ تو دروازہ میں قدم رکھتے ہی یہ علم تم کو ہو جائیگا کہ مالک خانہ صاحب مذاق ہے یا نہیں - اگر صاحب مذاق ہوگا تو ساری چیزیں ستھری اجلی قرینہ و ترتیب سے رکھی ہوئی ہونگی - کہیں پھول کے گملے رکھے ہونگے - دیواروں پر تصویریں آویزاں ہونگی - نغمہ سرا پرندوں کا پنجرا لٹکتا ہوگا کتابیں رکھی ہونگی - معمولی اسباب خانہ گو بیش بہا نہ ہوگا - مگر بہت خوش نمائی کے ساتھ رکھا ہوگا - غرض اس سے دل میں وہ خوشی پیدا ہوگی جو بیان نہیں ہو سکتی - اس کی خانہ داری کے ہر کام میں زندگی بسر کرنے کا فن اپنے تئیں دکھاتا ہے - مثلاً خوراک ہے تو وہ اول زود ہضم غذا انتخاب کریگا - پھر اس کو مزہ دار تیار کریگا - اس میں کسی طرحکا اسراف

د ہونے پائیگا مرزائی کا خیال رکھیگا۔ پانی ایسا صاف رکھیگا کہ وہ پاکیزہ برتنوں میں موتی سا چمکتا ہوگا۔ جسکے آگے شربت پینے کو جی نہ چاہیگا۔

اب دوسرے گھر میں جائیے جہاں یہ فن اپنا کام نہیں کرتا۔ وہاں اسراف ہوگا۔ مگر کسی چیز میں لُطف و مزہ و سلیقہ نہوگا۔ خرچ بہت کچھ ہوگا۔ مگر آرام نہ ہوگا۔ سارا گھر تکلیفوں سے بھرا ہوگا۔ کتابیں بکھری پڑی ہونگی۔ کپڑے ٹوپیاں۔ شال۔ دوشالے۔ اِدھر اُدھر تتر بتر پڑے ہونگے۔ کرسی۔ مونڈھوں پر اسباب لدا ہوگا۔ دالانوں کمروں میں گرد دو دو چار چار انگل جمی ہوگی۔ روپیہ خواہ کتنا ہی خرچ ہو جائے۔ مگر کوئی چیز درست نہیں ہوگی۔ اسکا سبب یہی ہوتا ہے کہ مالک خانہ اِس فن سے ماہر نہیں ہوتا۔ دہات میں گنواروں کے گھروں کو دیکھو تو اُن میں یہ فرق پاؤ گے کہ ایک گنوار ایسی کشادہ جگہ تلاش کرکے مکان بناتا ہے جہاں صحت خوب رہے تازی ہوا کی آمد و رفت رہے۔ اس کے گھر میں کوڑے کرکٹ کا نام نہیں ہوتا اپنا غریبانہ اسباب ستھرا اُجلا قرینہ سے رکھا ہوتا ہے۔ غرض وہ اِس فن کو جانتا ہے۔ اِس لئے کہ ہر چیز میں سلیقہ سگھڑاپا پایا جاتا ہے۔ اب اس کے برخلاف دوسرے گنوار کے گھر کو دیکھیئے تو ساری چیزیں پہلے گھر کے ضد پائیگا۔ بچے موریوں پر کھیل رہے ہیں۔ مُرغیاں اور کُتّے چارپائیوں پر پھر رہے ہیں۔ کوڑے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ دو آدمی ایک ہی کھیت میں یا ایک دکان میں

یا ایک کارخانہ میں کام کرتے ہیں۔ اُن میں ایک تو ہر وقت ہشاش بشاش
رہتا ہے۔ پوشاک نفیس پہنتا ہے۔ سارے کام اُس کے ستھرے و نفیس
ہوتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے لیئے اُجلی پوشاک پہن کر جاتا ہے کچھ رُوپیہ
بھی جمع رکھتا ہے۔ بچّوں کی تعلیم میں بھی خرچ کرنے کا مقدور رکھتا ہے
اب دوسرے آدمی کی حالت اِسکے برخلاف ہوتی ہے کہ غمگین اور مصیبت
زدہ معلوم ہوتا ہے۔ کپڑے میلے کچیلے پھٹے پُرانے پہنتا ہے۔ کبھی گھر
سے باہر نکلکر کسی جگہ جاکر نہیں بیٹھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص
کو یہ فن آتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے مسرت و راحت دلی حاصل کرنی
جانتا ہے اور اپنے تئیں خوش دل رکھنا اور اوروں کو خوش دل کرنا
اُسے آتا ہے۔ جو شخص اُسے نہیں جانتا ہے نہ وہ خود خوش رہے نہ
کسی کو خوش رکھے۔ آپ بھی جلے اور اوروں کو بھی جلائے۔ لوگ بھلے
آدمی سے محبت کرتے ہیں اُس کی عزت کرتے ہیں۔ دوسرے آدمی سے
نفرت رکھتے ہیں۔ اور اس کو ذلیل جانتے ہیں۔ اِن دلایل کی وجہ سے
ہر شخص کو خواہ وہ کیسا ہی غریب ہو اِس فن کو سیکھنا چاہیے جس کے
سبب سے زندگی میں بہت کچھ مسرت اور برکت حاصل ہوگی دُنیا کو
ہمارے آنسوؤں کے نالے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس میں ہم خود ہی
اس کو بہاتے ہیں۔ ہم کو اپنی قسمت پر بہت کچھ اختیار اور حکومت
حاصل ہے۔ کُل واقعات میں ہم کو اپنے دل پر اختیار ہوتا ہے۔ کہ

اپنی طبیعتوں اور مزاجوں کی روک تھام کرکے مسرت ناک خیالات کریں۔
تربیت و تعلیم سے ہم اپنی طبیعت کے نیک حصّہ کو کام میں لا سکتے ہیں جو اکثر
آدمیوں کے اندر وہ بڑی گہری نیند میں پڑا سویا کرتا ہے۔ اچھی کتابیں
پڑھکر نیک خیالات پیدا کریں اور امن و امان خیر و عافیت کے ساتھ
اس طرح زندگی بسر کریں کہ بھلے مانس ہماری تعظیم و تکریم کریں اور
ہماری راستبازی کی مثال ہمارے جانشینوں کو نعمتیں و برکتیں پہنچائیں
اس فن کا ظہور نہایت عمدہ طور سے گھروں میں ہوا کرتا ہے۔ مسرت ناک
گھر کے لیئے جس میں نیک اثروں کو بد اثروں پر غلبہ ہوتا ہے
اوّل شرط یہ ہے کہ اس میں سکھ چین ہو جس گھر میں لڑائی جھگڑے۔
مخمصے وسوسے۔ تردد و تفکر۔ گلے۔ شکوے۔ شکایتیں۔ طعنے۔ ڈھیلا ڈھالا
پن۔ میلا کچیلا پن۔ پھوہڑ پن۔ بدسلیقگی ہوگی تو اس میں عورت کو نہ مرد
کو سکھ چین ہوگا۔ خاوند جس نے سارا دن محنت و مشقت میں کاٹا
ہے اس کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ اب میں گھر میں جاکر اِس اپنی
مشقت کے معاوضہ میں آرام پاؤں گا۔ اِس لئے بیوی کو چاہیئے
کہ وہ گھر میں صفائی و دُرستی سے اُس کے آرام کا سامان تیار کرے
خانہ داری کے انتظام کے یہ معنے ہیں کہ ساری چیزیں اُسکی ایسی
دُرست ہوں کہ جب مرد کو یہ خیال آئے کہ میں اپنے گھر جاتا ہوں
تو وہ یہ سمجھے کہ میں کسی بڑی مقدس و متبرک جا جاتا ہوں۔ جس

شخص کو گھر میں آرام نہ ملے اُس کو بُرا کہنا چاہیے - گھر کی جان سکھ چین ہے - سکھ چین کے معنی فقط یہ ہی نہیں ہیں کہ گھر میں اسباب خوب ہو کھانا-پینا- اچھا ہو- بلکہ اُس سے بڑھکر یہ معنی ہیں کہ گھر ستھرا صاف ہو- اُس میں تازی ہوا آتی جاتی ہو- ترتیب و قرینہ ہو کفایت شعاری ہو مختصر یہ ہے کہ خانگی کفایت شعاری اور انتظام خانہ داری ہو- سکھ چین ایسی سرزمین ہے کہ جس میں آدمی کا جسمانی اور اخلاقی نشو و نما ہوتا ہے- بہت سی نیکیوں کی اصل یہ سکھ چین ہی ہوتا ہے- سکھ چین کے لئے دولت کی ضرورت نہیں- دولت کی ضرورت تو عیش و عشرت کے لئے ہوتی ہے ایک غریب گھر جسمیں ضروریات زندگی میسر ہوں اور اُس میں بیوی ستھری- کفایت شعار- منتظم ہو تو صرف یہی باتیں سکھ چین کیلئے کافی ہیں- بے چینی و بے آرامی کا بڑا حصّہ وسایل و اسباب کی ناکامی ہونے سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ خانہ داری کے ضروری علم کے نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے +

سکھ چین کی زیادتی ایک امر اضافی ہے- وہی اسباب جو ایک شخص کو آرام دیتا ہے- دوسرے کو تکلیف پہنچاتا ہے- ایک ہی مکان میں غریب کو آسایش ملتی ہے- امیر کو تکلیف- آدمیوں کو اپنی خصلت و طبیعت کے سبب سے زیادہ تر سکھ چین حاصل ہوتا ہے

بہ نسبت خوش نما اسباب و خوش فضا مکان اور اور عیش افزا اسباب کے آدمی کی طبیعت پر بھی اور اشیاء پر بھی سُکھ چین منحصر ہوتا ہے۔ جو آدمی سُکھ چین سے رہتے ہیں وہ نیک نہاد اور خوش مزاج ہوتے ہیں۔ نیک نہادی تو سُکھ چین کی شرط غیر متغیر ہے۔ سُکھ چین کیلئے مصالحت معاملت۔ سعادت اور مزاج میں یہ قابلیت کہ ہر چیز کو بہتر بنالیں۔ ضرور ہے جہاں محبت ہو۔ وہاں روٹی و ساگ و پات کی دعوت میں جو لطف ہوتا ہے وہ پلاؤ۔ قورمہ کی دعوت میں لطف نہیں ہوتا۔ جہاں عداوت ہو۔ جس گھر میں سلوک ہے اُس میں چٹنی روٹی بریانی۔ زردہ سے زیادہ مزہ دیتی ہے۔ سُکھ چین سے رہنے والے عاقل ہوشیار منتظم و محتاط ہوتے ہیں۔ وہ بالطبع۔ عدالت۔ عفت۔ صداقت کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ کبھی قرضدار نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرضدار ہونا ایک قسم کی بے دیانتی ہے وہ اپنے مقدور کے موافق رہتے ہیں اور کچھ جمع بھی کرتے ہیں کہ بیکاری کے دنوں میں وہ کام آتے۔ گھر کے لئے کچھ اسباب بھی خریدتے رہتے ہیں۔ مہمان نواز اور موقع و محل پر فیاض بھی ہوتے ہیں۔ ہر کام کو انتظام کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ محنتی۔ مُعتدل۔ مستقل۔ منتظم ہوتے ہیں۔ لباس ایسا پہنتے ہیں کہ جسم کو آرام آتا ہے۔ موسم کے موافق اُن کی پوشاک ہوتی ہے وضعداری و زیبائش کے لئے ایسے کپڑے نہیں بناتے کہ جن سے جاڑے میں اکڑیں۔ اور گرمی میں پسینے بہائیں۔ سونے چاندی کی جڑاو انگوٹھیوں

ہیں روپیہ نہیں خرچ کرتے بلکہ کام کی چیزوں میں۔ گھر میں فرش پہ دھبا نہیں پڑنے دیتے۔ چارپائی۔ پلنگ۔ تخت۔ مضبوط بناتے ہیں۔ غرض زیبایش و آرایش کے لیے کوئی چیز نہیں بناتے۔ بلکہ آرام و آسایش اور کام کے لئے۔ گھر کی ساری رونق عورت کے سگھڑاپے پہ موقوف ہے اور سکھ چین میاں بیوی کے سلوک پہ منحصر ہے۔ مرد کی زندگی کو عورت کے گرد صدقہ ہوتی ہے۔ وہ گھر کا آفتاب ہوتی ہے۔ وہ گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ ہر گھر میں آسایش و آرام عورت کی خصلت و طبیعت و مزاج پر منحصر ہے۔ بغیر عورت کے تنتظم و کفایت شعار ہونے کے مرد کا تنتظم و کفایت شعار ہونا بیکار ہے۔ ضرب المثل ہے کہ جبتک عورت نہ چاہے مرد پھولتا پھلتا نہیں۔

گھر کی کفایت شعاری غریبانہ معمولی ہوتی ہے۔ مگر فیض رساں ہوتی ہے وہ آدمیوں کو گو اُنھوں نے دُنیا نہ دیکھی ہو خوش دل کرتی ہے۔ وہ افراد انسانی پہ عمل کرتی ہے۔ اِس لئے گروہ انسانی کی بہتری اور برتری اُس سے ہوتی ہے۔ در اصل اُس سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ بغیر اسکے تو قوانین فیاضی۔ حب قومی ملکی فقط تسلی دینے والی باتیں ہوتی ہیں۔ ان سے جو اُمیدیں پیدا ہوتی ہیں اُن میں مایوسی ہوتی ہے۔ اسلیے وہ بعض اوقات بے فائدہ بلکہ مضر ہوتی ہیں۔

کفایت شعار مرد محنت و مزدوری کے لئے گھر سے باہر جاتا ہے اور جب گھر پھر آتا ہے تو اس خیال سے اُس کی خوشی دو چند ہو جاتی ہے کہ میری

سگھڑ بیوی نے گھر میں سارے کام درستی اور دانائی سے کر رکھے ہونگے +
سگھڑ بیوی گھر میں ایک قوت ہوتی ہے اور ہمسایہ کی عورتوں کے لیئے نمونہ جسے وہ دیکھ کر اپنے تئیں بھی اسی سانچے میں ڈھالتی ہیں۔ بچوں میں بھی عادتیں اسی کی سی پیدا ہوتی ہیں۔ نمونہ بہ نسبت الفاظ کے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے اس لیئے کہ وہ تعلیم عملی کرتا ہے اور کام میں دانائی سکھاتا ہے +

عورت کی صفات میں سے سب سے بہتر صفت انتظام خانہ داری کے لیئے اوّل یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو دانائی سے کام میں لانا جانتی ہوں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ گھر کی صفائی اور درستی کے کام جو چین اور آرام کے لیئے ضروری ہیں وہ عورت کے ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں۔ عورت کی آدھی تعلیم اس کی انگلیوں کی تعلیم ہے۔ اس کی انگلیوں کے سرے میں دانائی اور نیکی ہوتی ہے۔ مگر اس دانائی کے ساتھ کفایت شعاری بھی ضرور ہے +

دوسری صفت گھر کے انتظام کی بابت سلیقہ و ترتیب ہے یعنی سگھڑاپا ہے۔ جس سے اکثر عورتیں ناواقف ہوتی ہیں۔ ترتیب و سلیقہ سے مراد یہ ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر کیا جائے۔ ہر چیز کے رکھنے کے لیئے ایک جگہ معیّن ہو اور ہر جگہ کسی چیز کیلیئے مقرر ہو۔ عورتوں کو وقت کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ وقت پر کام کرنے سے کام بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

گھر میں ساری چیزیں بے طور رکھی ہوتی ہیں۔ چار پائی پلنگوں پہ پیاز لہسن کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔ گٹھڑیوں میں گودڑ کی طرح گڈ بڈ کپڑے لدے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی کپڑا نکالنا ہو تو جب تک سارے کپڑوں کو اُلٹ پلٹ نہ کرو تو وہ ملتا نہیں۔ غرض کسی چیز کا ٹھور ٹھکانا نہیں ہوتا جیسے مرد فضول خرچ ہوتے ہیں ایسی ہی عورتیں مسرف ہوتی ہیں۔ اُن کی انگلیوں میں سے روپیہ پارہ کی طرح نکل جاتا ہے۔ خرچ وجمع کی بھی ترتیبیں وترکیبیں ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں نہیں جانتیں کہ اپنے خاوندوں کی کمائی کو کس طرح فائدہ مندی کے ساتھ خرچ کریں +

عورتوں کو گھراپے کی تعلیم مقدم ہے۔ جس سے گھر کا پھوڑپن دُور ہو۔ تیسری صفت خانہ داری کے انتظام کے واسطے۔ محنت کی ضرورت ہے محنت کام کی جان ہے۔ مگر محنت کے ساتھ تربیت وسلیقہ کی حاجت ہے بغیر اسکے وہی مثل ہے کہ سارے دن پیسا چپنی بھر اُٹھایا۔ محنت کا پیداوار بے تربیت کے بہت کم ہوتا ہے۔ جو تربیت سے عورت محنت کرتی ہے اپنے کاموں کو نہایت خوش اسلوبی سے وہ سرانجام دیتی ہے نہ اُس کے کام میں غل مچتا ہے نہ گرد کے بادل اُٹھتے ہیں۔ خاموشی کے ساتھ سارے کام عمدہ طور پر پورے ہو جاتے ہیں +

چوتھی صفت گھر کے انتظام کے لئے ہوشیاری ہے۔ ہوشیاری ایک عملی دانائی ہے۔ اِس سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ ایک کام کو ٹھیک طور

سے کیونکر سر انجام دیا جائے وہ وسائل و انتظام۔ وقت۔ کام کرنے کی ترتیب کو تبلاتی ہے۔ تجربہ سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے اور علم سے اس میں تیزی آتی ہے +

پانچویں صفت انتظام خانہ داری کے واسطے وقت کی پابندی ہے۔ امور خانہ داری میں وقت کی پابندی سے بہت سی خلشیں و رنجشیں دور ہو جاتی ہیں۔ کھانا وقت پر تیار نہو تو پھر دیکھو چھوٹے بڑے کیا غل مچاتے ہیں۔ نماز وقت پر نہ پڑھو تو کتنی نمازیں قضا ہوتی ہیں۔ دن کو نہ نہاؤ تو رات کے نہانے سے دیکھو کیا نقصان ہوتا ہے۔ کسی کا روپیہ وقت پر نہ ادا کرو آج کل کرو تو دیکھو کیسی بے اعتباری ہوتی ہے۔ غرض جو عورت وقت کی پابندی نہ کرے وہ مرد کی طرح قابل نفرت و حقارت ہوتی ہے۔ کام کرنے والے کے واسطے تو وقت زر ہے اور کام کرنے والی عورت کیواسطے وہ زر سے بھی زیادہ ہے اسی کی پابندی سے گھر میں امن۔ سکھ چین حاصل ہوتی ہے +

چھٹی صفت خانہ داری کے انتظام کے واسطے استقلال ہے۔ پہلے کوئی اچھی تدبیر تجویز کرو۔ پھر اسکے لئے پیروی کرو۔ اور جب تک کوئی وجہ قوی نہ ہو اس کا پیچھا چھوڑو نہیں دل توجہ و راستی کے ساتھ اسکے درپے رہو۔ ضرور اچھے موسم میں اسکا پھل تم کو ملجائیگا۔ اگر عملی دانائی و تدبیر پر مبنی ہوگی تو ساری چیزیں اس کی طرف کشش کرکے آجائیں گی اور

خانگی انتظام کے سارے حصوں میں ؛ ترجیح مناسبت پیدا ہو جائے گی۔
زندگی کے مسرت ناک بنانے کے فن میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی
اپنے مزاج کو قابو اور اختیار میں رکھے۔ نہایت نیک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ مہربانی
تلطف و مدارا۔ خوش مزاجی و تحمل سے جب چاہیں ہم خوش ہو سکتے ہیں اور اوروں کو
خوش کر سکتے ہیں اپنے بن اد مادروں میں خیالا مسرت آمیز پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمکو اپنی عادت
میں اعتدال رکھنا چاہیئے۔ زبان کو فحش سے بچانا چاہیئے۔ کبھی گالی۔ کوسنا
منہ سے نہ نکالنا چاہیے۔ یہ گالی کوسنا دینا تو بے معنی و نادانی بے فائدہ وحشیانہ
باتیں جاہل گنواروں اور وحشیوں کی ہیں۔ گالی اور کوسنے سے بدتر قسم
کھانا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی جہل و نادانی کی بات نہیں۔ وہ تو گناہ گاری
سے بھری ہوئی دل کی لرزانے والی ناخدا پرستی کی بات ہوتی ہے۔ افسوس
ہے کہ اکثر جاہلوں کی عادت میں قسم کھانا داخل ہو گیا ہے اور ناحق
بے گناہ بے لذت کرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کا تکیہ کلام قسم ہوتا ہے بعض
آدمی فقط تحسین کلام کے لیے قسم کھانے میں واللہ باللہ کے بغیر
ان کو اپنی بات میں مزہ نہیں آتا ؛
خوش اطواری اور خوش اخلاقی سے تو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔
مگر ان کے سوائے مختلف طرحکی فرحت ناک چیزیں ہیں۔ کہ جن سے
خوشیاں بغیر کسی گناہ کے انسان حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی شخص کام
کرنے کھانے سونے میں ہمیشہ نہیں لگا رہتا ہے ان کاموں سے ضرور

اس کو فرصت و فراغت ملتی ہے۔ جس میں وہ عقلی خوشیاں اور جسمانی ورزشیں اپنی فرحت طبع کے لیے کرسکتا ہے۔ مفرح اشیاء کے معنی بڑے وسیع ہیں۔ جس کو بہت آدمی نہیں سمجھتے۔ تفریح طبع بھی تعلیم کا ایک جزو اعظم ہے۔ یہ غلطی ہے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گھر سے باہر جو لڑکے اوٗر آدمی کھیل رہے ہیں وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کھیل کوٗد سیر تماشے لہو و لعب۔ بازی میں سے ہر ایک وقت کا ضائع کرنے والا ہوتا ہے مگر وہ زندگی کا منتظم بھی ہوتا ہے۔ اگر ہم خوب تندرست رہنا چاہیں تو ہمکو آرام و ورزش دونو کرنی چاہئیں۔ اگر ہم آرام نہ کرینگے۔ اوٗر ورزش نہ کرینگے۔ تو بہت جلد اُس کے نتیجے علامت جسمانی میں ظاہر ہونگے۔ جو طالب علم یہ کہتے ہیں کہ ہمکو جسمانی ورزشوں کے لئے وقت نہیں ملتا۔ انکو جلد یا دیر کر بیمار رہنے کے لئے وقت ملنے لگے گا +

دُنیا میں ایسے زاہد خشک مزاج عبوس تفریح کی باتوں سے بالطبع متنفر ہوتے ہیں کہ اگر اُن کا بس چلے تو آسمان پر کالے کپڑے لپیٹ دیں۔ ستاروں کی حسانت دل افروز جان افزا کو کفن پہنا دیں۔ ثوابت منورہ کو فضائے آسمانی سے اکھیڑ کر پھینک دیں۔ آفتاب کو بادلوں میں چھپادیں ماہ سیگوں کو اپنی جگہ پر نہ رہنے دیں۔ کھیتوں اوٗر باغوں کو اور اُن کے گلوں اوٗر غنچوں کو خاک میں ملادیں۔ غرض ساری دنیا پر پژمردگی اوٗر افسردگی کی تاریکی کو چھادیں۔ مگر اُن کے یہ کام نہ عقل کے موافق نہ

اخلاق کے مطابق ہیں۔ اُور مذہب کو بھی اُن میں کم دخل ہے +

جہاں آفرین عالم آرا نے بہت کچھ سامان خوشی کے ہمارے لیئے پیدا کیئے ہیں اُور ہم کو قابلیت دی ہے کہ اُن سے مسرت و انبساط حاصل کریں۔ ہمارے لیئے دُنیا کو کیسا آراستہ بنایا ہے۔ ساری خوش نما اور خوبصورت چیزیں ہمارے گرد پیدا کی ہیں۔ ہمارے مزاج میں محبت۔ ہمدردی۔ غیروں کی معاونت کرنا یہ سب باتیں پیدا کی ہیں کہ ہم اُن سے خوش و خرم و عزیز ہوں اُور اپنے خالق کے کاموں کو کامل اور خلق خدا کو جس کے درمیان ہم رہتے ہیں شاد و آباد کریں +

خوش دِل آدمی سے افعال بھی خوشی و مسرت کے صادر ہوتے ہیں۔ تاریک خیال منحوسوں کے اعمال بھی ناخوشی زود رنجی کے غالبًا سرزد ہوتے ہیں۔ درشت مزاجی و عصیاں کاری انہیں آدمیوں میں ہوتی ہے جو خوش مزاج نہیں ہوتے اور نہ وہ قُدرت کی مسرت ناک چیزوں سے احتظاظ و التذاذ حاصل کرتے ہیں۔ نہ روشن ضمیر و خندہ رو آدمیوں کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہین۔ انسانوں کو بالطبع فراغت و فرحت کی خواہش ہوتی ہے اُور طبعی خواہشوں کی طرح وہ بھی انسان کے اندر دانائی کے مقاصد کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں۔ وہ بھی خواہشوں کی طرح دب نہیں سکتے۔ اسکا ظہور کسی نہ کسی طرح سے ضرور ہوتا ہے۔ ایسی ایک تفریح طبع کے لیئے جس میں کوئی گناہ نہ ہو مستحسن سعی کی جائے تو

ضرر ناک برائیوں سے روکنے کے لیئے ہیں پند و وعظ سے زیادہ اثر رکھے گی۔ اگر تفریح طبع کے لیئے نیک سامان کے موقع کو ہاتھ سے دیدیں گے تو برے سامان خود پیدا کرینگے۔ ایک عاقل کا قول ہے کہ بُرائی پر بڑا اثردار حملہ اِس طرح ہوتا ہے کہ اُس کی جگہ کوئی بہتر چیز رکھ دے مثلاً اگر کسی شخص کو شراب پینے سے شوق ہو تو اُس کے چھڑانے کی تدبیر یہ سب سے اچھی ہے کہ کوئی اور شوق مثلاً ناچ گانے کا پیدا کر دیں +

علم موسیقی اور سماع بھی انسانیت پیدا کرتا ہے۔ مہذب ملکوں میں اخلاق عامہ پر اس فن سے بھی بہت کچھ اثر ہوا ہے۔ کہتے ہیں کچھ نہ کچھ خوشی اس سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ وہ گھر کو نہایت دلکش بناتا ہے۔ وہ معاشرت میں بڑا لطف پیدا کرتا ہے۔ صحبت جلسوں کو دل آویز دل چسپ بنا دیتا ہے۔ بعض واضعانِ دین نے اِس فن کو شراب کی مستانہ نوشی کے انسداد کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہمپر ہے کہ اس نے ہمارے گردگرہ ہوا ایسا بنایا ہے کہ جس سے خوش آوازیں ہم پیدا کرسکتے ہیں۔ اگر ہم اپنی زبان کی تعلیم و تربیت ایسی نہ کریں کہ یہ نعمت ہمکو حاصل ہو تو بڑی حرماں نصیبی ہے۔ مہذب ملکوں میں گھر گھر اِس فن کا چرچا ہے۔ بچے مدرسوں میں سیکھتے ہیں۔ گھروں میں مشق کرتے ہیں۔ ان کی شیریں آواز طرح طرح سے دل کو تفریح دیتی ہے۔ محنت کے وقت اس سے راحت ہوتی ہے +

غریب سے غریب گھروں میں بھی نفاست ہو سکتی ہے۔ غریبوں کی بڑی نفاست صفائی ہے۔ مگر اس کے سوائے وہ اَور بھی چیزیں۔ جن سے خوشی حاصل ہو اپنے گرد پیدا کرسکتے ہیں اَور عطیات ایزدی اور محنت انسانی سے بہرہ یاب ہوسکتے ہیں۔ خداتعالیٰ کا یہ بھی ایک عطیہ عظیم ہے کہ انسان میں مذاق محسن ہو۔ یہ مذاق ہی تہذیب کی دایہ ہے۔ حسانت و نفاست کچھ امراء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے وہ عام ہے سب جگہ موجود ہے۔ قدرتی چیزوں میں صنعت کی چیزوں میں۔ علوم و فنون علم و ادب میں۔ معاشرت و صحبت میں۔ گھر میں۔ ان چیزوں میں سے ایک پھول بھی ہے جو نہایت ارزاں و مفت مل سکتا ہے۔ قدرتی خوشبوؤں میں گلاب کی بو سب سے بہتر ہے وہ کوڑیوں کے مول مل سکتی ہے + پھولوں میں حسن کے سوائے اَور گن بھی ہیں۔ جن کو دانشمند نظر تعمق سے دیکھتے ہیں۔ دنیا میں کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا کہ انسان ہو۔ اَور پھول نہ ہوں۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو پھولوں سے انسان کے لیئے بہشت بنادیا ہے۔ بہت درخت اَور پھل پھول غذا کے فائدے کے لیئے اس نے پیدا کیئے ہیں۔ مگر بہت سے پھول فقط انسان کی تفریح طبع کے لیئے پیدا کیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی تفریح کے واسطے آسمان کو ستاروں سے زیبایش دی اَور زمین کی گلوں سے آرایش کی۔ پھول پاکیزگی اَور نزاکت کا نمونہ ہیں۔ وہ سب بوڑھوں۔ بچّوں۔ جوانوں کو مسرت

و انبساط کی صلاء عام دیتے ہیں ہوا کو معطر کرتے ہیں۔ مکانوں کو فردوس بنا دیتے ہیں۔ آنکھوں کو طراوت اور دماغ کو فرحت دیتے ہیں۔ پھولوں کی قدر لوگ اِس سبب سے نہیں کرتے کہ وہ سستے یا مُفت ملتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جتنی چیزیں عام فائدہ کی ہوتی ہیں وہ مُفت ملتی ہیں۔ آفتاب کی روشنی اور ہوا کی قیمت کون دیتا ہے۔ اگر ایسی چیزوں کی قیمت دینی پڑتی تو ہمارے عیش میں بڑا فرق آجاتا۔

بہت سی چیزیں نیچر (فطرت) میں ایسی ہیں کہ ہم ان سے آدھا حظ بھی نہیں اُٹھاتے۔ اِس لیئے کہ ہم نے وہ راہیں بند کر رکھی ہیں جنسے وہ ہمارے حواس اور دل میں داخل ہوتی ہیں۔ ہماری عادت ہے کہ ہم واقعات کو دیکھتے ہیں اُن کی اصل حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ اگر ہم اپنے دل کو مسرت و انبساط کے لیئے کشادہ کردیں تو اپنے چاروں طرف تسکین دینے والی خوشیوں کا بازار لگا دیکھیں۔ ہم کو یہ معلوم ہونے لگے کہ ہم خوشیوں کے جلیس ہیں کہ جو ہر شعاع آفتاب کے ساتھ ہماری ملاقات کو آتی ہیں۔ اور ان پریوں کے انیس ہیں جو ہر پھول کی خدمت میں حاضر رہیں۔ ہم کو اُس پیارے علم کی ضرورت ہے جو ہم کو اس قابل بنا دے کہ زندگی سے متمتع کیونکر ہوتے ہیں اور اُس فن کی تعلیم کی حاجت ہے جو ہمکو یہ بتلادے کہ وسائل عامہ جو چاروں طرف ہمارے گرد پھیلے ہوئے ہیں اُن سے حظ و مسرت زندگی کیونکر حاصل کریں۔

مہذب ملکوں میں علم و ہنر نے سینکڑوں چیزوں کو ایسا ارزاں کردیا ہے کہ نہایت غریب آدمی بھی اپنے چھوٹے سے مکان کو صاف و ستھرا دیکھ کے اُسے آراستہ کرسکتا ہے۔ مثلاً تصویریں ہیں اُن کو فوٹوگرافی اور چھاپے وغیرہ نے کوڑیوں کے مول کردیا ہے کہ غریب سا غریب آدمی بھی اُن کو مول لیکر مکان میں لگا سکتا ہے۔ تصویر بھی ایک عجیب کرشمہ و سحر ہے وہ دل میں نیک خیالات پیدا کرتی ہیں۔ بہادرانہ کاموں کے نقش کو دل پر جما دیتی ہے۔ کھیتوں اور بازاروں میں سے قدرت کے ٹکڑے کتر کر گھر میں لاکر دکھا دیتی ہے۔ غرض وہ بڑی تعلیم اور ذریعہ تعلیم ہے۔ اور اپنی جو آپ تعلیم کرتے ہیں اُن کی بڑی مدد کرتی ہے۔ گھروں کو دل کشا و دلکش بنا دیتی ہے۔ ایک عالم کا تماشا گھر میں دکھا دیتی ہے۔ کسی بزرگ ولی مقدس کی تصویر دیوار پر گھر میں لٹکتی ہے تو اس کی سوانح عمری یاد دلاتی ہے اور اچھی تقلید کی طرف کشش کرتی ہے۔ گو اس کی برابری نہ ہوسکے مگر اس کے قریب جانے کی کوشش ہوتی ہے۔ تعظیم و محبت اُس کی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے سامنے بُرے کام کرنے سے شرم آتی ہے وہ ایک مصاحب اور مصاحبوں سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ گراں بہا تصویروں ہی سے گھر آراستہ کیا جائے۔ اِن سے بہتر کم قیمت تصویریں بھی ہوتی ہیں تصویروں میں بڑی بات یہ ہے کہ آنکھ ایسی مبصر ہو کہ اُن کی خوبیوں کو دیکھ لیتی ہو پھر تو پیسوں کی تصویروں کا اس غریب مبصر پر اثر ہوتا ہے جو ہزاروں

روپیوں کی تصویروں کا لکھ پتی پر نہیں ہوتا۔ گو اِس کو وہ مسرت نہ حاصل ہو کر جو اِن بیش بہا تصویروں کے مالک بننے سے ہوتی ہے جو کہیں اور نہیں ہوتیں۔ گھروں میں مسلمان تصویر کا آویزاں کرنا پسند نہیں کرتے دیواروں پر گلکاری کراتے ہیں اور آئینہ نہایت خوشخط قطعات چوکھٹوں میں تکلف کے ساتھ لٹکاتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی ساری مصوری کی لیاقت و قابلیت خوشخطی کی تکمیل میں خرچ کی ہے۔ جانداروں کی تصویر سے پرہیز کیا ہے۔ مگر مہذب ملکوں میں اُن مکانوں کو آراستہ ہی نہیں جانتے جن کی دیواروں پر خوش اسلوبی سے تصویریں آویزاں نہ ہوں خواہ اُن میں اور اسباب کیسا ہی نفیس و لطیف بھرا ہوا ہو +

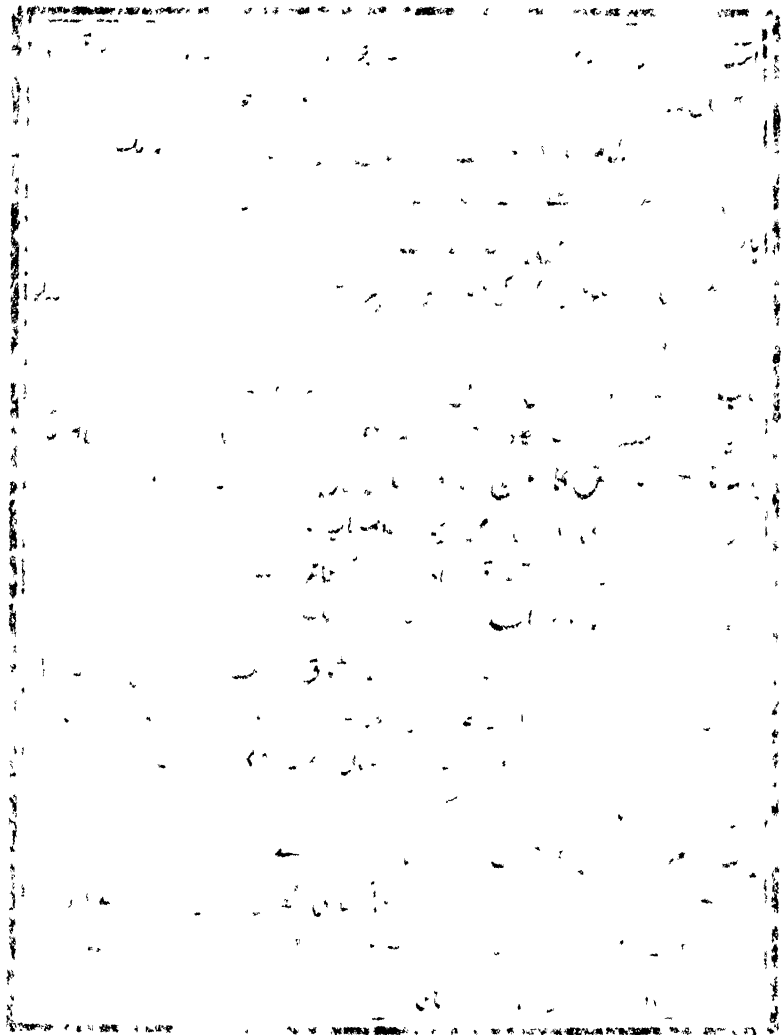
اِس باب کا خلاصہ

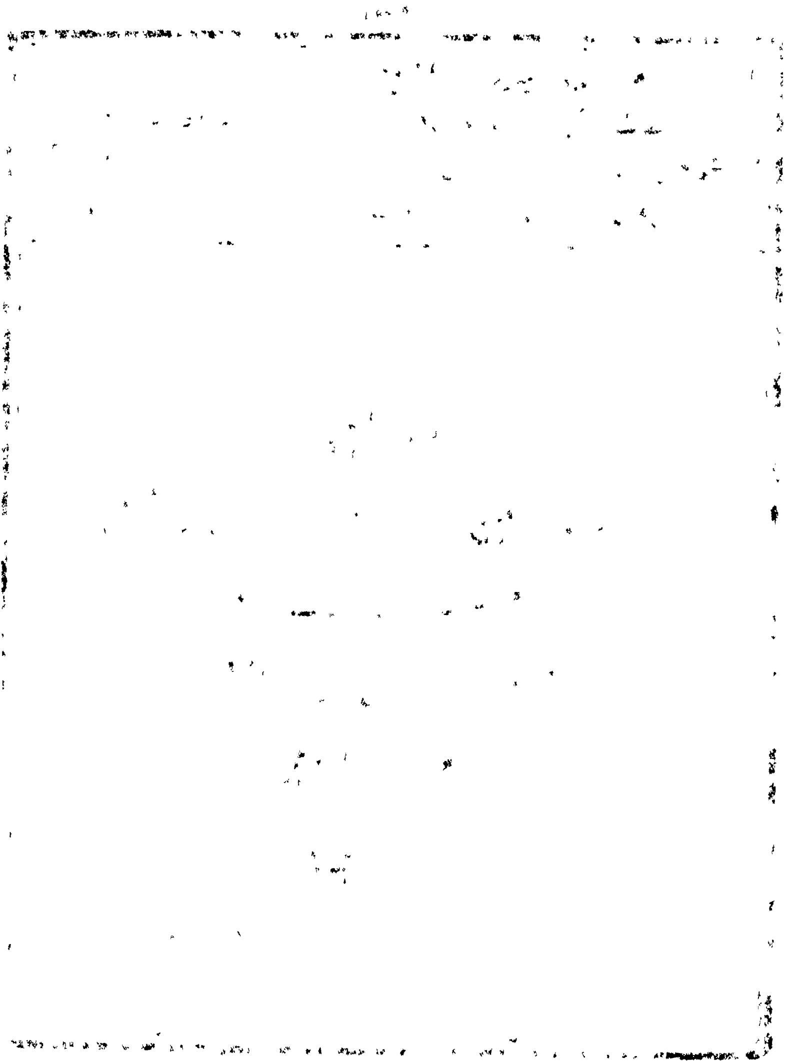
زندگی بسر کرنیکا فن بہت سی صورتوں میں اپنی جلوے نمائی کرتا ہے۔ اِس کا موضوع اعظم یہ ہے کہ ہر چیز کو عمدہ و بہتر بنا دے۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کے اندر وہ احتیاط کرنا نہ سکھاتا ہو اور محتاط نہ بناتا ہو۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بڑا بنا دیتا ہے۔ گھر کو روشن اور خوبصورت بنا دیتا ہے اور قدرتی چیزوں میں ایک نئی دل ربائی پیدا کر دیتا ہے وہ اپنے ذریعہ سے امیروں کے باغوں اور محلوں و بارگوں سے غریبوں کو محظوظ کرتا ہے۔ گھاس سے۔ گھٹا کے اُٹھنے و بیٹھنے سے۔ پھولوں کے پھلنے سے

خرم وشاد کرتا ہے۔ سر زمین کو عزیز بناکر اور ساری مصنوعی چیزوں کو ایسا بناتا ہے۔ جن سے دلوں کو خوشی و مسرت دلاتا ہے۔ ہر طرح معاشرت کو مسرتناک بناتا ہے۔ خوش مزاج۔ بے غرض نیک خواہ خلایق۔ بے ریا محب۔ بناتا ہے۔ اسکی مدد سے آدمی اوروں کو خوش کرتا ہے اور اپنے تئیں منعم ومتبرک و مسرور بناتا ہے اپنی قسمت کو برتر اور بہتر کرتا ہے اور سب مخلوقات سے بالاتر لے جاکے غیر متناہی عالم کی قربت میں وہ پہنچاتا ہے۔ جہاں اس فن کو کمال ہے وہیں وقت کو ابد سے اتفاق ہے فقط

تمت

فہرست مضامین





[illegible]

[illegible]